﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۹ردسمبر ۲۰۰۳ء | ۲۵رشوال ۱۴۲۴ ہجری قمری ۞ ۱۹رفتح ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۵۱

اطاعت امام

حضرت ربیعہ بن اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا کہ شادی کے بارہ میں کیا خیال ہے۔مَیں نے عرض کیا جوحضور پسند فرمائیں۔اس پر حضور نے فرمایا انصار کے فلاں قبیلہ میں چلے جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تم میری شادی اس فلاں عورت سے کردو۔مَیں نے جا کر یہی پیغام دیا۔انہوں نے کہا رسول اللہ کے قاصد کوخوش آمدید۔وہ اپنا مقصد پورا کئے بغیر یہاں سے نہیں جائے گا۔چنانچہ انہوں نے میری شادی کی،بہت شفقت کا سلوک کیا اور کوئی دلیل نہیں مانگی۔(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کی جاتی ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے

خدا تعالیٰ کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ ان کو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے۔مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے

”تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز تو لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا۔مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر سے اس کا گزر ہوتا تھا لوگ اسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے۔پھر آخر کار اس کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ مَیں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں۔خدا جانے کس دن مر جاؤں گا کیوں اس لعنت کو اپنے لئے تیار کر رہا ہوں۔اس نے صاف دل ہو کر پورے صدق وصفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اس وقت سے نیت کر لی کہ مَیں سارے نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کروں گا اور کبھی کسی کے سامنے نہ کروں گا۔چنانچہ اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور یہ پاک تبدیلی اس کے دل میں بھر گئی۔نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنا لیا کہ تارکِ صوم وصلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے۔مگر اندرونی طور پر پوشیدہ اور نیک اعمال بجالاتا تھا۔پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر اس کا گزر ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔یہ خدا کا پیارا اور اس کا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اصل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے۔اولیاء اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔وہ اپنے صدق وصفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ہاں بعض ضروری امور کو جن کی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں کو تعلیم کے لئے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔

نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کی جاتی ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے۔خدا تعالیٰ کے وجود کے ساتھ دوسروں کا وجود بالکل ہیچ جاننا چاہئے۔دوسروں کے وجود کو ایک مردہ کیڑا کی طرح خیال کرنا چاہئے کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں سکتے اور نہ سنوار سکتے ہیں۔نیکی کو نیک لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں تو خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اسے ظاہر کر دے گا اور اسی طرح بدی کا حال ہے بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو اور اس صدق اور جوش کا جو اس کے دل میں ہے انتہا کے نقطہ تک اظہار کر رہا ہو اور اتفاقاً کنڈی لگانا بھول گیا ہو تو کوئی اجنبی باہر سے آکر اس کا دروازہ کھول دے تو اس کی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک زانی کی عین زنا کے وقت پکڑا جانے سے۔کیونکہ اصل غرض تو دونوں کی ایک ہی ہے یعنی اخفائے راز۔اگرچہ رنگ الگ الگ ہیں۔ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔غرض خدا کے بندوں کی حالت تو اس نقطہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔نیک بھی چاہتے ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے اور بد بھی اپنی بدی پوشیدہ رکھنے کی دعا کرتا ہے۔مگر اس امر میں دونوں نیک وبد کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قانون بنا رکھا ہے کہ ﴿وَاللّٰہُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ﴾۔(البقرہ:۷۳)۔

خدا تعالیٰ کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ ان کو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے۔ وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں مگر ان کو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خَلق کی بہتری کے لئے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ہمارے نبی کریم ﷺ بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کسی کو پتہ بھی ہو۔آخر خدا تعالیٰ نے ان کو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار اُن کے سپرد کیا۔

............سنو ہماری باتیں اس واسطے نہیں کہ ہم کسی کے ایمان کو کچھ بڑھا سکتے ہیں یا کسی کے دل میں کچھ ڈال سکتے ہیں۔نہیں ہم کسی کے ایمان کو ایک جَو بھر بھی زیادہ نہیں کر سکتے۔ہم صرف اس واسطے کہتے ہیں کہ اتنے جمع ہو شاید ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات پکڑ لے اور اس کی اصلاح ہو جاوے۔توفیق تو سب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے خدا تعالیٰ قادر ہے کہ کسی کے دل میں ایمان کی حقیقی جڑ لگا دے اور پھر اُسے اُس کے ثمرات کھلاوے یا کسی کو اس کی بدی کی وجہ سے قہر کی آگ سے ہلاک کرے۔پس دُعا ہی کرنی چاہئے تا اس کی توفیق شامل انسان ہو“۔(ملفوظات جلد سوم طبع جدید۔صفحہ ۱۸۶۔۱۸۷)

ہماری ذاتی اور جماعتی ترقی کا انحصار دعا پر ہے اس لئے دعاؤں میں سست نہ ہوں

اللہ تعالیٰ مُضطر کی دعا سنتا ہے۔اس زمانے میں ہمیں دعا کا ہتھیار دیا گیا ہے

(عبادات اور دعاؤں کی اہمیت کے بارہ میں پرمعارف اور ایمان افروز خطبہ جمعہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸؍نومبر ۲۰۰۳ء)

(مسجد بیت الفتوح۔لندن ۲۸رنومبر ۲۰۰۳ء):سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد بیت الفتوح لندن میں ارشاد فرمایا۔تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ النمل کی آیت ۶۳ کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رمضان اپنی بے شمار برکتیں لے کر آیا اور جن لوگوں کو نوافل، درس قرآن، درس حدیث، تراویح اور تلاوت قرآن کی توفیق ملی انہوں نے محسوس کیا کہ یہ بڑی تیزی سے گزر گیا۔اللہ نے اپنے فضل سے ان کو اپنے برتن برکتوں سے بھرنے کی توفیق دی۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

علمی مسابقت

اِقْرَءْ کے پرشوکت کلام سے شروع ہونے والی بابرکت تحریک بظاہر ایک ایسی جگہ پر شروع ہوئی جہاں اس کے برگ و بار لانے کی امید بہت ہی کم تھی۔ سرزمین عرب اپنی تعلیمی قابلیت کی وجہ سے کوئی اچھی شہرت نہیں رکھتی تھی۔ عالمی اقتصادی منڈی میں اس کا کہیں ذکر نہیں تھا۔ اخلاقی و روحانی اقدار بھی قابل شرم تھیں مگر آنحضرت ﷺ کی قیادت و رہنمائی میں خدائی تائید و نصرت اور قرآنی تعلیم کی برکت سے سرزمین عرب کے بدّو دنیا بھر کے رہنما بن گئے۔ ان کی عقلیں روشن ہوگئیں، ان کی بصیرت و فراست قابل رشک ہوگئی اور وہ بہت ہی مختصر مدت میں دنیا کے ہر میدان میں ماہرانہ قیادت کی صلاحیتوں کے مالک ہوگئے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کے مقابلہ میں کھڑی نہ ہوسکی۔ کوئی مشکل یا روک ان کی سدِّراہ نہ بن سکی۔ ان کی فتوحات، ان کی ترقیات کسی بھی میدان اور شعبہ میں پیچھے نہ رہیں۔ انہوں نے ترقیات کے نئے ریکارڈ قائم کئے۔ روحانی، اخلاقی، اقتصادی، معاشی، علمی ترقی کے یہ کارنامے ہماری روایات اور ہمارا ورثہ ہیں۔

اِقْرَءْ کے پرُشوکت کلام کی جدید تجلی، احمدیت نے بھی ہر میدان میں کامیابیوں کی شاندار مثالیں قائم کیں۔ تعلیم، تربیت، تبلیغ میں ہماری عاجزانہ مساعی کو اللہ تعالیٰ نے عظیم نتائج سے نوازا اور ترقیات کا یہ سلسلہ نہ صرف برابر جاری بلکہ آگے سے آگے بڑھ رہا ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان سے بہت بڑی تعداد میں احمدیوں کو ترک وطن کرکے جرمنی، انگلستان، امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں منتقل ہونا پڑا۔ ہجرت کے بعد کی مشکلات اور بے وطنی کی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر مشرقی ممالک سے آنے والوں کے حالات و کوائف جمع کئے جائیں تو یہ ایک معلومات افزا کتاب بن سکتی ہے۔ یہاں آکر سب سے پہلے جس امر سے واسطہ پڑتا ہے وہ ایک مختلف زبان کا مسئلہ ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو اس مشکل کا زیادہ سامنا کرنا پڑا کیونکہ انہیں یہاں کی زبان بالکل نہیں آتی تھی اور وہ سیکھنے کی عمر سے، عام تأثر اور خیال کے مطابق، آگے نکل چکے تھے۔ نوجوانوں نے بالعموم اس چیلنج کا مقابلہ کیا انہیں کسی قدر انگریزی پہلے ہی آتی تھی یہاں آکر انہیں تعلیم کے جو مواقع حاصل ہوسکے اس کی وجہ سے انہوں نے زبان کی کمزوری پر غلبہ پالیا اور بالعموم اس سلسلہ میں انہیں زیادہ دقت پیش نہ آئی۔ ایسے علاقے اور ممالک جہاں انگریزی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان مثلاً جرمن وغیرہ پر مشتمل تھی وہاں نسبتاً زیادہ مشکل پیش آئی تاہم اس پر بھی کافی حد تک غلبہ پالیا گیا۔ مگر جہاں پہلے اکّا دکّا یہاں آنے والوں کے سامنے اعلیٰ تعلیم کے حصول کا مقصد ہوتا تھا وہ صورت نہ رہی اور زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ حصول روزگار کی تگ و دو شروع ہوگئی۔

خداتعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت خلافت کے انعام سے سرفراز ہے۔ ہماری تنظیم قابل رشک ہے۔ ہماری تعلیمی روایات قابل رشک ہیں۔ قادیان اور ربوہ کا معیارِ تعلیم ہمیشہ ہندوستان اور پاکستان کے معیارِ تعلیم سے نمایاں طور پر بہت بلند رہا ہے۔ برصغیر میں عورتوں کی علمی حالت ناگفتہ بہ ہے مگر ہماری جماعت کی عورتیں علمی لحاظ سے مردوں سے بھی آگے رہی ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے لائحہ عمل میں علمی ترقی کے رہنما اصول موجود ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے نوجوانوں کو اس میدان میں سب سے آگے ہونا چاہئے۔ ہم اپنے جماعتی ماحول اور تربیت کی وجہ سے وقت ضائع کرنے والی اور صحت و اموال کو تباہ کرنے والی بری عادات سے محفوظ ہیں۔ یہ تمام امور تقاضا کرتے ہیں کہ ہم علمی لحاظ سے مسابقت کے میدان میں سب سے آگے رہیں اور باقاعدہ تنظیم کے مطابق مختلف تعلیمی درسگاہوں اور علم کی مختلف شاخوں سے پوری طرح استفادہ کرتے ہوئے ہر شعبۂ علم میں دوسروں سے آگے ہوں۔ ہمارے نوجوانوں میں کوئی بے کار اور وقت ضائع کرنے والا اور اپنے ماں باپ اور جماعت پر بوجھ نہ ہو بلکہ ہر شعبۂ تعلیم اور ہر میدانِ عمل میں ہمارے نوجوان ماہرانہ صلاحیتوں کے مالک اور قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہوکر جماعتی روایات کو چار چاند لگانے والے ہوں۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے فزکس میں نوبل انعام حاصل کرکے اپنے خاندان، اپنے ملک و قوم اور جماعت کے نام کو روشن کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ہزاروں عبدالسلام چاہئیں۔ اس وقت خداتعالیٰ کے فضل سے ہمارے ہزاروں نوجوان مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہیں اور اس مقصد کا حصول ناممکن نہیں رہا۔ توجہ، محنت اور لگن سے مسابقت کے اس میدان میں بھی اپنے جھنڈے گاڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ آمین

(عبدالباسط شاہد)

اِلٰهِیْ اَغِثْنِیْ یَااِلٰهِیْ اَمِدَّنِیْ

اے میرے خدا میری فریادرسی کر۔ اے میرے خدا میری مدد کر

(انتخاب از منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیه الصلوٰة والسلام)

سَئِمْنَا تَکَالِیْفَ التَّطَاوُلِ مِنْ عِدَا — تَمَادَتْ لَیَالِیْ الْجَوْرِ یَارَبِّ فَانْصُرِ
وَاَنْتَ رَحِیْمٌ ذُوْحَنَانٍ وَّرَحْمَةٍ — فَنَجِّ عِبَادَکَ مِنْ وَّبَالٍ مُّدَمِّرِ
رَئَیْتَ الْخَطَایَا فِیْ اُمُوْرٍ کَثِیْرَةٍ — وَاِسْرَافَنَا فَاغْفِرْ وَ اَیِّدْ وَعَذِّرِ
وَاَنْتَ کَرِیْمُ الْوَجْهِ مَوْلٰی مُجَامِلٍ — فَلَا تَطْرُدِ الْغِلْمَانَ بَعْدَ التَّخَیُّرِ
اِلٰهِیْ بِوَجْهِکَ اَدْرِکِ الْعَبْدَ رَحْمَةً — تَعَالَ اِلٰی عَبْدٍ ذَلِیْلٍ مُکَفَّرِ
اِلٰهِیْ اَغِثْنِیْ یَااِلٰهِیْ اَمِدَّنِیْ — وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِیْ حَنَانًا وَّ خَبِّرِ
اَنِرْنِیْ بِنُوْرِکَ یَا مَلَاذِیْ وَمَلْجَأِیْ — نَعُوْذُ بِوَجْهِکَ مِنْ ظَلَامٍ مُّدَعْثِرِ
وَخُذْ رَبِّ مَنْ عَادَی الصَّلَاحَ وَمُفْسِدًا — وَنَزِّلْ عَلَیْهِ الرِّجْزَ حَقًّا وَّ دَمِّرِ
اَرٰی لَیْلَةً لَیْلَاءَ ذَاتَ مَخَافَةٍ — فَهَنِّئْ وَ بَشِّرْنَا بِیَوْمٍ عَبْقَرِیْ
وَفَرِّجْ کُرُوْبِیْ یَا کَرِیْمِیْ وَنَجِّنِیْ — وَمَزِّقْ خَصِیْمِیْ یَا اِلٰهِیْ وَعَفِّرِ
وَلَیْسَتْ عَلَیْکَ رُمُوْزُ اَمْرِیْ بِغُمَّةٍ — وَتَعْرِفُ مَسْتُوْرِیْ وَتَدْرِیْ مُقَعَّرِیْ
زُلَالُکَ مَطْلُوْبٌ فَاَخْرِجْ عُیُوْنَهٗ — جَلَالُکَ مَقْصُوْدٌ فَاَیِّدْ وَاَظْهِرِ
وَجَدْنَاکَ رَحْمَانًا فَمَا الْهَمُّ بَعْدَهٗ — نَعُوْذُ بِنُوْرِکَ مِنْ زَمَانٍ مُّکَوَّرِ
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ کُلُّهٗ — لِرَبٍّ کَرِیْمٍ قَادِرٍ وَّ مُیَسِّرِ

ترجمہ: ہم دشمنوں کی دست درازی کی تکلیفوں سے اکتا چکے ہیں۔ ظلم کی راتیں لمبی ہوگئی ہیں۔ اے میرے رب! تو مدد کر۔ اور تو رحیم ہے، مہربان اور صاحب رحمت ہے سو اپنے بندوں کو مہلک وبال سے بچالے۔ تو نے بہت سے معاملات میں (ہماری) خطائیں دیکھی ہیں اور ہماری زیادتیوں کو بھی۔ پس بخش دے اور مدد فرما اور تقویت دے۔ تو کریم و مہربان ہے۔ آقا ہے اور حسن سلوک فرمانے والا ہے۔ پس تو ان غلاموں کو منتخب فرمانے کے بعد نہ دھتکار۔ اے میرے خدا! اپنی ذات کے طفیل اس بندے کی رحم کے ساتھ دستگیری فرما اور (اپنے) کمزور اور عاجز بندے کی طرف جو تکفیر کیا گیا ہے، آجا۔ اے میرے خدا! میری فریادرسی کر۔ اے میرے خدا! میری مدد کر اور مہربانی سے میرے مقصود کی بشارت دے اور آگاہ کر۔ اے میرے ملجاء و ماؤی مجھے اپنے نور سے منور کردے۔ ہم چھا جانے والی تاریکی سے تیری ذات کی پناہ لیتے ہیں۔ اور اے میرے رب! نیکی کے دشمن اور مفسد کو گرفتار کر۔ اور حق کی خاطر اس پر عذاب نازل کر اور اسے تباہ کر۔ مَیں بہت سیاہ خوفناک رات کو دیکھ رہا ہوں۔ پس تُو مبارکباد دے اور ہمیں شاندار دن کی بشارت دے۔ اور اے میرے کریم! میرے دکھوں کو دور کردے اور مجھے نجات دے اور اے میرے خدا! میرے دشمن کو پارہ پارہ کردے اور خاک آلود کردے۔ اور میرے کام کے رموز تجھ پر مخفی نہیں ہیں اور تُو میری پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے اور میرے دل کی گہرائی کو جانتا ہے۔ تیرا آب زلال مجھے مطلوب ہے سو اس کے چشموں کو جاری کر۔ تیرا جلال مقصود ہے پس تائید کر اور اپنا جلال ظاہر کر۔ جب ہم نے تجھے رحمان پایا ہے تو اس کے بعد کیا غم ہوسکتا ہے۔ ہم تاریک زمانہ سے تیرے نور کی پناہ لیتے ہیں۔ اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام کی تمام حمد ربّ کریم، قادر اور آسانی پیدا کرنے والے کے لئے ہے۔

(درثمین عربی)

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مَیں گزشتہ کچھ عرصہ سے دعا اور عبادات کا مضمون بیان کررہا ہوں، اسی کو جاری رکھوں گا کیونکہ آج کے دور میں ہمارا ہتھیار دعا ہی ہے۔ اللہ نے آج کے برگزیدہ کو دعا کا ہتھیار ہی دیا ہے اور اسی سے فتح ملنی ہے اور یہ ہتھیار آج جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ پس احباب جماعت کو جماعتی اور دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اللہ کے حضور جھکنے کی ضرورت ہے۔ دعا کے لئے اضطراب اور اضطرار کی کیفیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ مضطر کی دعا سنتا ہے۔ اس وقت جماعت ہی مضطر کی تعریف میں آتی ہے کیونکہ ہم کھل کر اپنے عقائد کا اظہار نہیں کرسکتے۔ ہمارے اضطرار اور دکھ کی کیفیت کو ہماری دعاؤں سے اللہ تعالیٰ دور کرے گا۔ پس احمدی اپنی مساجد کو آباد کریں جس طرح رمضان میں آباد تھیں۔ جب مساجد کی جگہیں تنگ پڑ جائیں گی تو پھر اللہ ہماری دعاؤں کو سنے گا۔ عورتیں گھروں میں نمازوں کا خاص اہتمام کریں پھر دیکھیں کہ اللہ کیسے مدد کو آتا ہے۔

حضور نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کے درمیانے حصہ میں نچلے آسمان پر آتا ہے اور پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا مصیبت سے بچاتی ہے۔ پس تم اس کو اپنے اوپر لازم کرو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت کے ساتھ اور اضطرار کے ساتھ دعا نہیں کی جاتی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ دعا میں سچی تڑپ اور اضطرار پیدا ہو تو قبول ہوتی ہے۔ دعا بندے اور خدا کے درمیان رشتہ پیدا کرتی ہے۔ دعا خدا کی ہستی کا ثبوت ہے۔ انبیاء کی کامیابیوں کا ذریعہ یہ دعا ہے پس دعاؤں میں لگے رہو۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہماری ذاتی اور جماعتی ترقی کا انحصار دعاؤں پر ہے اس لئے اس میں کبھی سست نہ ہوں اور اپنے ایمانوں کو دعاؤں سے بڑھائیں۔ پس عبادات میں باقاعدگی کی ضرورت ہے جیسی کہ رمضان میں توجہ تھی۔ ہم میں جتنے زیادہ دعائیں کرنے والے ہوں گے اتنا روحانی معیار بلند ہوگا۔ دعائیں ہی ہمارے ہتھیار ہیں جن سے ہم نے فتح پانی ہے۔

غیراحمدی مسلمانوں میں مروّج بعض روایتی عقائد اور قرآن شریف

(سید میر محمود احمد ناصرؔ - پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

{بعض تشدد پسند ''علماء'' کی اندھی تقلید کے نتیجہ میں عامۃ المسلمین میں اسلام کے مقدس نام پر ایسے ایسے عقائد راہ پا چکے ہیں جو درحقیقت اسلام اور قرآن مجید سے دُور کا بھی تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ صریحاً قرآنی تعلیمات کے منافی ہیں۔ مگر لوگ ہیں کہ بلا سوچے سمجھے ان عقائد سے چمٹے ہوئے ہیں۔ ان روایتی اعتقادات میں سے یہ بات بھی ہے کہ مخالفین اسلام کے انکار اور انکار پر اصرار کی صورت میں ان کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جائے اور اگر کوئی دین اسلام سے مرتد ہو تو اسے قتل کر دیا جائے وغیرہ۔ ایسے باطل خیالات اور فاسد اعتقادات نے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا بھر میں بدنام کر رکھا ہے۔ استاذی المکرّم سید میر محمود احمد صاحب ناصرؔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے قرآن مجید کے حوالہ سے ایسے بعض فرسودہ روایتی اعتقادات کا ردّ پیش کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین اس مضمون سے بھرپور استفادہ کریں گے اور اپنے ماحول میں ایسے لغو اور فاسد اعتقادات کی تردید کر کے اسلام کی حسین اور خوبصورت تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے عظیم الشان جہاد میں حصہ لیں گے۔ (مدیر) }

بچپن سے ہی کچھ باتیں بار بار سنتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے ان پر یقین کرنے لگتے ہیں۔ بار بار کی سنی ہوئی باتوں کو اپنے عقیدہ کا جزو بنا لیتے ہیں۔ بعض باتیں جن کو بتکرار سنتے چلے آئے ہیں قرآن پاک کے منشاء بلکہ اس کے واضح بیان کے بالکل خلاف ہیں۔ انہی باتوں میں سے ایک بات مخالفین اسلام کے انکار اور انکار پر اصرار کی صورت میں قوت وطاقت کا استعمال ہے۔ قرآن مجید پر نظر ڈالی جائے تو صورتحال بالکل برعکس نظر آتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ کہ اہل کتاب میں سے اکثر کی یہ خواہش ہے ﴿لَوْيَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ کہ وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد دوبارہ کافر ہونے کی حالت میں لوٹا دیں ﴿حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾ اور ان کی یہ کوشش (کسی نیکی پر مبنی نہیں بلکہ) ان کے دلوں میں جو حسد ہے اس کی وجہ سے ہے۔ ﴿فَاعْفُوْا﴾ پس تم معاف کرو ﴿وَاصْفَحُوْا﴾ اور درگزر سے کام لو ﴿حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ یہاں تک کہ خدا اپنا فیصلہ لے کر آ جائے کیونکہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ سب قدرت وطاقت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(البقرہ آیت ۱۱۰)

یہ تو قرآن مجید کا ارشاد ہے مگر جو بات ''علماء'' کی طرف سے بتائی جاتی ہے یہ ہے کہ اگر غیر مسلم تمہیں تمہارے دین سے مرتد کرنے کی خواہش کریں تو تلوار ہاتھ میں لو اور تلوار کے زور سے ان کی کوششوں کو مٹا دو۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ تم ان کو معاف کرو اور درگزر سے کام لو اور خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔

...... اس سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۰ میں ارشاد ربانی ہے کہ اہل کتاب سے کہو ﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ﴾ کہو تم ہم سے اللہ کے بارہ میں جھگڑتے ہو ﴿وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے ﴿وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ. وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ﴾ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔

اب قرآنی ارشاد تو یہ ہے کہ ہم اپنی جگہ خدا سے اخلاص کے ساتھ عمل کر رہے ہیں، تم اپنی جگہ اعمال بجا لاتے رہو، گویا جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر روایتی عقیدہ یہ ہے کہ ان مخالفین کو ہرگز اپنے اعمال کی اجازت نہ دو، تلوار پکڑو اور جبر وطاقت کے ساتھ ان کو عقائد و اعمال میں تبدیلی پر مجبور کرو۔

...... مخالفین اسلام سے قتال کے بارہ میں سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۱ میں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ کہ اللہ کے راستہ میں انہیں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں ﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ اور زیادتی نہ کرو (جارحیت کا ارتکاب نہ کرو) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اب دیکھئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ لڑائی صرف انہیں سے جائز ہے جو تم سے لڑتے ہیں اور جارحیت ہرگز جائز نہیں بلکہ خدا کو ناپسند ہے۔ مگر عامۃ المسلمین کا روایتی عقیدہ یہ کہتا ہے کہ اگر مخالف تمہارا پیغام قبول نہیں کرتا، تمہاری دعوت پر لبیک نہیں کہتا تو پکڑو اور مارو اور قتل کرو اور قیدی بناؤ۔

...... قرآن مجید سورۃ البقرہ آیت ۱۹۳ میں کہتا ہے ﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ اگر مخالفین لڑائی سے باز آ جائیں یا باز رہیں تو ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے اللہ تو بخشنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔ مگر روایتی عقائد کی رو سے اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا نہیں جب تک نہ ماننے والوں کو تلوار کے زور سے کلمہ نہ پڑھوا لیا جائے۔

...... قرآن مجید کی رو سے زیادتی اور جارحیت کرنے والا غیر مسلم اتنی سزا کا مستحق ہے جو اس کی زیادتی اور جارحیت کے مطابق ہو۔ فرماتا ہے ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ (سورۃ البقرہ :۱۹۵) کہ جو تم پر زیادتی کرے اس کو اس کی زیادتی کی سزا اس کے مطابق دو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

مگر غیر احمدی مسلمانوں کے روایتی خیالات یہ کہتے ہیں کہ غیر مسلم نے زیادتی کی ہو یا نہ کی ہو اس نے جارحیت کا ارتکاب کیا ہو یا نہ کیا ہو، تم خود پہل کرو، تلوار ہاتھ میں پکڑو، حملہ کرو اور طاقت وقوت کے بل پر مدّ مقابل کو ختم کر دو۔

...... دین کے معاملہ میں جبر کا تصور بڑی شدّ ومد سے روایتی عقائد میں شامل ہے۔ بلکہ یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ جس طرح بیمار کو زبردستی دوا پلا دینا اس پر رحم ہے اسی طرح غیر مسلم کو تلوار کے زور سے اسلام میں داخل کرنا بھی رحم ہے۔ مگر کیا قرآن مجید اس نظریہ کی تائید فرماتا ہے؟ قرآن تو کہتا ہے ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرہ :۲۵۷) کہ دین کے متعلق ہرگز کوئی جبر نہیں۔ بیمار کو جبراً دوا پلانے والے یہ بھول گئے کہ دوائی اور جسم کا تعلق مادّی نظام سے ہے اور دوا اگر جبراً بھی دی جائے گی تو بھی اپنا اثر کرے گی مگر اسلام اور ایمان کا تعلق دل سے ہے اور ایمان کے لئے دل کا ماننا ضروری ہے۔ اور دل کو جبر کے ذریعہ مومن نہیں بنایا جا سکتا، نہ ہی کسی دل کو ایمان کے لئے جبر کی ضرورت ہے۔ ایمان کے لئے تو ہدایت اور گمراہی کے فرق کے علم اور احساس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ توجہ دلاتا ہے کہ جبر کی ضرورت بھی کیا ہے ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ہدایت وگمراہی کا فرق بالکل واضح ہے۔ اس واضح فرق کی موجودگی میں دین کے لئے جبر کا کوئی تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سورۃ آل عمران

سورۃ البقرہ کے بعد پھر سورۃ آل عمران شروع ہوتی ہے۔ یہ سورۃ بھی کھل کر کہتی ہے کہ تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے، پیغام پہنچا دینا ہے۔ اگر وہ مانیں تو انہوں نے ہدایت پا لی ورنہ تم نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ آل عمران آیت نمبر ۲۱ میں فرماتا ہے ﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ﴾ اگر مخالفین تجھ سے بحث کریں ﴿فَقُلْ﴾ تو تم کہو ﴿اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ﴾ میں نے اپنا چہرہ خدا کو سونپ دیا ﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ اور انہوں نے بھی جنہوں نے میری پیروی کی ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ﴾ اور ان کو کہو جن کو کتاب دی گئی اور امّیوں کو بھی ﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ کیا تم اسلام لائے ﴿فَاِنْ اَسْلَمُوْا﴾ پس اگر وہ اسلام لے آئیں ﴿فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ تو انہوں نے ہدایت پا لی۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ اور اگر وہ پھر جائیں ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ تو تمہارے ذمہ صرف بات کا پہنچا دینا ہے ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ﴾ اللہ خود اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اب یہ آیت کھول کر کہہ رہی ہے کہ اگر اہل کتاب بھی اور دوسرے مخالفین اسلام بھی تمہاری بات نہ مانیں اور پھر جائیں تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں، تمہارا کام صرف البلاغ یعنی بات کا پہنچا دینا ہے۔ مگر ہمارے روایتی عقائد کا اصرار ہے کہ نہیں، قرآن کی یہ ہدایت کافی نہ سمجھو اگر مخالفین بات نہیں مانتے تو قوت اور حکومت کے بل پر ان سے بات منواؤ۔

...... سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۵ اس مضمون کو خوب کھولتی ہے اور اہل کتاب کو اپنے عقیدہ پر رہتے ہوئے ایک صلح کی دعوت دیتی ہے۔ فرماتا ہے ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ تم کہو اے اہل کتاب ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ﴾ اس بات کی طرف آ جاؤ ﴿سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے، مشترک ہے ﴿اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا﴾ کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ (تمہاری کتاب بھی توحید کی تعلیم دیتی ہے، شرک کو برا کہتی ہے۔ ہماری کتاب بھی توحید کی تعلیم دیتی ہے، شرک کی تردید کرتی ہے)۔ ﴿وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کو چھوڑ کر ربّ نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ (اتنی معقول اور انصاف پر مبنی صلح کی پیشکش) سے منہ پھیر لیں (تلوار پکڑ کر ان کو منوانے کی ضرورت نہیں) ﴿فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ تم صرف یہ کہو کہ گواہ رہو کہ ہم نے صلح کی پیشکش کر دی ہے۔ (مسلم کے معنے سِلْم یعنی صلح کی پیشکش کرنے والا بھی لغت کی رو سے ہو سکتے ہیں)۔

روایتی عقائد کہتے ہیں کہ اگر منکرین اسلام تمہاری بات نہیں مانتے تو ان پر حملہ کرو، ان کے ملک پر قبضہ کرو، ان کی عورتوں کو باندیاں بناؤ، ان کے مردوں کو قید کر کے غلامی میں داخل کرو۔ مگر خدا کا کلام یہ کہتا ہے کہ اگر وہ منہ پھیر لیں تو ان کو کہو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اور صلح کی پیشکش کرتے ہیں۔

...... سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۸-۱۷۹ یہ بتاتی ہے کہ جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرتے ہیں ان کو اللہ نے مہلت دی ہوئی ہے۔ مگر رسمی خیالات ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ خدا نے مہلت دی ہوئی ہے یا نہیں ہم ان منکرین کو مہلت نہیں دیں گے اور بزورِ شمشیر ان کو کفر کے پنجہ سے چھڑائیں گے کیونکہ ان کا وجود عالم اسلام کے لئے خطرہ ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ﴾ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے بدلہ کفر خریدا ﴿لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا﴾ وہ اللہ کو ذرا بھی نقصان نہیں دے سکتے۔ (عالمِ اسلام کو خطرہ ہے تو ہم مسلمانوں کی کمزوریوں سے ہے۔ غیر مسلم ہمیں ذرا بھی نقصان نہیں دے سکتے)۔ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں ﴿اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ﴾ ہم ان کو صرف مہلت دے رہے ہیں ﴿خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ﴾ یہ ان کی جانوں کے لئے بہتر ہے۔ ﴿اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ﴾ ہم ان کو صرف مہلت دے رہے ہیں ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا﴾ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ گناہ میں بڑھ رہے ہیں ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ اور ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

اب خدا تعالیٰ تو اس آیت میں فرماتا ہے کہ ہم نے کفار کو مہلت دے رکھی ہے مگر ہمارا ''جوش ایمان'' کہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دو پھر بھی اگر ایمان نہ لائیں تو ان کی گردنیں ان کے سر سے جدا کر دو کیونکہ عالم اسلام کے لئے ضرر کا باعث ہیں۔ جبکہ خدا فرماتا ہے ﴿لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا﴾ کہ وہ

تنکے کے برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

...... عام مسلمانوں کے کانوں میں بچپن سے ان کے علماء کی طرف سے یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ جب کوئی غیر مسلم تمہارے مذہب پر اعتراض کرے، تمہارے جذبات کو مجروح کرے، تمہارے بزرگوں کو برا کہے تو اس کی گردن اس کے بدن سے الگ کر دینا تمہارا فرض ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کیا فرماتا ہے۔ سورۃ آل عمران میں آیت نمبر ۱۸۷ میں ارشاد ہوتا ہے ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِیٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ﴾ تم ضرور اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ﴾ اور تم ضرور سنو گے ﴿مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾ ان کی طرف سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْآ﴾ اور ان کی طرف سے جنہوں نے شرک کیا ﴿اَذًی کَثِیْرًا﴾ بہت ہی تکلیف اور دکھ کی باتیں ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو ﴿فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ تو یقیناً یہ بہت پختہ امور میں سے ہے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ مخالف اہل کتاب ہوں یا مشرک ان کی ایذا رسانی سے بھری ہوئی باتیں سننی پڑیں گی اور ان پر صبر کرنا اور تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا ہمت کا کام ہے۔ مگر عام مسلمان بچپن سے یہ عقیدہ بنائے ہوئے ہیں کہ ایذا رسانی کی بات سنتے ہی تم پر تلوار کا جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

سورۃ النسآء

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ جھوٹے مدعیان اسلام کا ذکر کر کے فرماتا ہے ﴿اُوْلٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ﴾ یہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے ﴿فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ﴾ پس ان سے اعراض کرو اور ان کو وعظ کرو ﴿وَقُلْ لَّھُمْ فِیٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا﴾ اور ان کے نفسوں کے بارہ میں ان کو مؤثر بات کہو۔

(سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴)

اس آیت میں باری تعالیٰ جھوٹ موٹ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے خلاف کوشش کرنے والوں کے متعلق یہ ارشاد نہیں فرماتا کہ ان کو قتل کرو بلکہ ان سے اعراض کا حکم دیتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کو مؤثر وعظ کا ارشاد بھی فرماتا ہے۔

...... سورۃ النساء میں قتال کی اجازت دیتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قتال ان لوگوں کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو ظلم کی راہ سے بند کر کے رکھا ہوا ہے اور ان پر ظلم توڑتے ہیں نہ کہ صرف اس بناء پر کہ انہوں نے اسلام کے امن وراحت بخشنے والے پیغام کا انکار کیا ہے۔

آیت نمبر ۷۶ میں فرماتا ہے ﴿وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں نہ لڑو ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ یَقُوْلُوْنَ﴾ جبکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے یہ کہہ رہے ہیں ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا﴾ کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں ﴿وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا﴾ اور اپنی جناب سے ہمارے لئے دوست مہیا فرما اور اپنی جناب سے ہمارے لئے مددگار مہیا فرما۔

یہ آیت کھول کر بتا رہی ہے کہ مسلمانوں کی مخالفین سے لڑائی دین میں جبراً داخل کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کمزور عورتوں اور بچوں کی آہوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں ہے جن پر ظلم توڑے جا رہے ہیں۔

...... قرآن مجید مسلمان ہونے اور اطاعت کا دم بھرنے کے بعد نکل کر خلافِ اسلام سازش کرنے والوں کے بارہ میں فرماتا ہے ﴿وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَۃٌ﴾ وہ طاعت کا اقرار کرتے ہیں ﴿فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِکَ﴾ اور پھر جب آپؐ کے پاس جاتے ہیں ﴿بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ﴾ تو ان میں سے ایک گروہ ایسی باتوں میں رات گزارتا ہے جو اس کا الٹ ہیں جو آپؐ فرماتے ہیں ﴿وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ﴾ اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو باتیں کرتے ہیں ﴿فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ﴾ پس آپ ان سے اعراض کریں ﴿وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ﴾ اور اللہ پر توکل کریں ﴿وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا﴾ اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔ (النساء آیت ۸۲)

عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص مسلمان ہو اور اطاعت کا اقرار کرے پھر جا کر خلافِ اسلام باتیں کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں سے اعراض کیا جائے اور ان کی شرارتوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کرو، وہی حقیقی چارہ ساز ہے۔

...... سورۃ النساء کی آیت ۸۵ میں اس بات کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو لڑائی کی تحریک کا مقصد کفار کے حملہ کے زور کو توڑنا اور روکنا ہے (دین پھیلانا اور مذہب کی اشاعت کرنا نہیں)۔ فرماتا ہے ﴿فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ اللہ کے رستہ میں جنگ کرو ﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اور مومنوں کو تحریک کرو ﴿عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لڑائی کو، حملہ کو روک دے گا جنہوں نے کفر کیا۔

اب ظاہر ہے کہ مومنوں کی لڑائی سے مقصود کفار کے حملوں کو روکنا ہے نہ کچھ اور۔ چنانچہ آیت نمبر ۹۱ میں خوب کھول کر کہہ دیا کہ جو تم پر حملہ آور نہیں ہوتے ان سے تمہیں چھیڑ چھاڑ کی اجازت نہیں۔ فرمایا: ﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ﴾ اگر وہ تم سے الگ رہیں ﴿فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ﴾ اور تم سے جنگ نہ کریں ﴿وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ﴾ اور تم سے صلح رکھیں ﴿فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا﴾ تو اللہ نے ہرگز تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راستہ کھلا نہیں رکھا۔

آیت نمبر ۹۲ میں وضاحت فرما دی کہ ﴿فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْکُمْ﴾ اور اگر وہ تمہیں نہ چھوڑیں ﴿وَیُلْقُوْآ اِلَیْکُمُ السَّلَمَ﴾ اور تمہاری طرف صلح کی طرح نہ ڈالیں ﴿وَیَکُفُّوْآ اَیْدِیَھُمْ﴾ اور اپنے ہاتھ نہ روکیں ﴿فَخُذُوْھُمْ﴾ (تو پھر تم پورا حق رکھتے ہو) اس صورت میں ان کو پکڑو اور ﴿وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ﴾ اور جہاں بھی ان سے مڈھ بھیڑ ہو ان کو قتل کرو۔

❁❁❁

مرتد کے لئے قتل کی سزا کا تصور غیر احمدی مسلمانوں کے ہاں عام ہے۔ مگر قرآن مجید میں اس بارہ میں کوئی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن مجید بار بار اس فتنہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں خدائی عذاب سے ڈراتا ہے مگر کسی ایک جگہ بھی مسلمانوں کو مرتد کے قتل کا حکم نہیں دیتا۔ اسی سورۃ النساء کی آیت ۱۳۸۔۱۳۹ میں فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ پھر کفر اختیار کیا ﴿ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا﴾ پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے ﴿لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا﴾ اللہ انہیں نہیں بخشے گا نہ ہی ان کو راستہ کی ہدایت دے گا ﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ﴾ ایسے منافقین کو بشارت دے دو ﴿بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات میں کفر سے ایمان اور پھر ایمان سے کفر اور پھر ایمان سے کفر اختیار کرنے اور کفر میں بڑھنے کا ذکر ہے جس کا نتیجہ خدا کی مغفرت وہدایت سے محرومی قرار دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ ایسے لوگوں کو عذاب کی بشارت دیں حالانکہ رسمی عقائد کے مطابق تو اس کفر وایمان کی بار بار تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلی مرتبہ ہی ایمان سے کفر میں تبدیلی کی سزا قتل ہے تو دو تین بار ایسی تبدیلی کے بعد ان کے عذاب کی بشارت دینے کی ہدایت کیا معنے رکھ سکتی ہے؟۔

...... اگر کسی اسلامی معاشرہ میں رہتے ہوئے مخالفین اسلام اللہ اور اس کی آیات سے ٹھٹھا کریں، استہزاء سے کام لیں تو خود تراشیدہ خیالات ہمیں یہ سمجھاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی زبان گدی سے کھینچ لو۔ کیا قرآن مجید بھی اس تصور کی تائید کرتا ہے؟

سورۃ النساء کی آیات ۱۴۱۔۱۴۲ میں فرماتا ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ﴾ اور تم پر اس نے کتاب میں یہ ارشاد نازل فرمایا ہے کہ ﴿اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ﴾ کہ تم جب سنو ﴿اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا﴾ کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان سے ٹھٹھا کیا جا رہا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ﴾ تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو ﴿حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ﴾ یہاں تک کہ وہ اور بات میں لگ جائیں ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ﴾ تم یقینا اس صورت میں ان کے جیسے ہوں گے ﴿اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر مخالفین کی مجلس میں اللہ کی آیات کا انکار اور ان سے استہزاء ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔ گویا اگر کوئی اور بات شروع ہو جائے تو بیٹھنے کی اجازت ہے۔ مگر بعض مسلمان تو یقین رکھتے ہیں کہ ادھر مخالفین نے اللہ کی آیات کا انکار اور استہزاء کیا تو ان کے ساتھ بیٹھنے کا سوال کیا، وہ تو فوراً میانوں میں سے تلوار نکال کر حاضرین مجلس کے سر کاٹ دیں گے، اس بات کا انتظار ہی نہیں کریں گے ﴿حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ﴾ کہ وہ کسی اور موضوع پر بات کریں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ اس آیت میں ایسے مخالفین کا ذکر ہے جو اسلامی حکومت یا اسلامی معاشرے میں نہیں رہتے اس لئے اسلامی قوانین کی دستبرد سے باہر ہیں مگر اگلی آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اللہ کی آیات سے یہ تمسخر کرنے والے اسلامی معاشرہ کی حدود کے اندر رہنے والے ہیں۔ فرماتا ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِکُمْ۔ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰہِ قَالُوْآ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ﴾ کہ یہ استہزاء کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تمہارے لئے ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں اور اگر تمہیں فتح ہو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ لہٰذا پہلی آیت میں جن مخالفین کا ذکر ہے وہ اسلامی معاشرہ وحکومت کی حدود میں رہنے والے ہیں۔

...... مخالفین اسلام میں سے بعض اہل کتاب مدینہ کی اسلامی حکومت کی حدود میں رہتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ سے ہنسی کے رنگ میں مطالبات کرتے تھے۔ سورۃ النساء آیت ۱۵۴ میں فرماتا ہے ﴿یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ﴾ اہل کتاب تم سے مطالبہ کرتے ہیں ﴿اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کہ تم ان پر آسمان سے کتاب اتار و ﴿فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ﴾ انہوں نے حضرت موسیٰ سے تو اس سے بڑھ کر مطالبہ کیا تھا ﴿فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً﴾ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں کھلم کھلا اللہ دکھا دے ﴿فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ بِظُلْمِھِمْ﴾ پس ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو بجلی نے پکڑا ﴿ثُمَّ اتَّخَذُوْا الْعِجْلَ﴾ اس پر انہوں نے بچھڑا معبود بنایا ﴿فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِکَ﴾ مگر ہم نے ان کو معاف کر دیا۔

اب اہل کتاب کے حضور اکرم ﷺ سے تمسخر آمیز مطالبات کے ضمن میں فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کو اگر سزا دی تو خدا نے خود بجلی کے ذریعہ سزا دی۔ اگر معاف کیا تو خود خدا تعالیٰ نے معاف کیا۔ حضرت موسیٰ یا ان کی حکومت کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید یہ اشارہ کر رہا ہے کہ ﴿اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ﴾ کی صورت میں اگر سزا یا جزا کا اختیار خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا تو اب بھی یہ اختیار اس نے اپنے ہاتھ ہی میں رکھا ہے۔ جرم کی نوعیت ایسی نہیں کہ اس کی سزا جزا انسانی اختیار میں ہو۔ ان معاملات کی سزا و جزا دونوں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہیں۔

سورۃ المآئدہ

عوام الناس مسلمان تو ایک طرف رہے بعض مسلمان علماء بھی اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ دین میں جبر اسی طرح جائز ہے جس طرح بیمار کو جبراً دوا پلانا درست ہے۔ ان علماء کے نزدیک غیر مسلموں کو جبر کے ساتھ اسلام میں داخل کرنا ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ کے خلاف نہیں۔

تعجب ہے کہ قرآن شریف اہل کتاب

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

روزہ ڈھال ہے اور اس کی جزا خود خداتعالیٰ ہے

رمضان میں نمازوں، تہجد، نوافل کا اہتمام اور قرآن کریم کی تلاوت کا ایک دور کریں

رمضان کے بابرکت مہینہ کی فضیلتوں، برکتوں اور مسائل کا پرمعارف بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۴؍ اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۲۴؍ اخاء ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾۔ (البقرہ: ۱۸۴-۱۸۵)

دو تین دن تک انشاءاللہ رمضان شروع ہو رہا ہے یہ برکتوں والا مہینہ اپنے ساتھ بے شمار برکتیں لے کر آتا ہے اور مومنوں اور تقویٰ پر قدم مارنے والوں، تقویٰ کی زندگی بسر کرنے والوں، ان دنوں میں خداتعالیٰ کی خاطر روزہ رکھنے والوں کو بے انتہا برکتیں دے کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ برکتیں سمیٹنے کی توفیق دے۔

یہ آیات جو ابھی مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

تو جو یہ فرمایا کہ ایمان لانے والو! یہ ایمان لانے والے کون لوگ ہیں۔ اس بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں۔ اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب کو اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔

تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مومن کے بارہ میں اس تعریف سے مزید وضاحت ہو گئی کہ مومن بننا اتنا آسان کام نہیں۔ تمہیں تقویٰ کی باریک راہوں کو اختیار کرنا ہو گا تو پھر مومن کہلا سکو گے۔ تو یہ تقویٰ کی باریک راہیں ہیں کیا۔ فرمایا: ” یہ راہیں تم تب حاصل کر سکتے ہو جو تمہاری اپنی مرضی کچھ نہ ہو۔ بلکہ اب تمہارا ہر کام ہر عمل خداتعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو ۔ اگر خداتعالیٰ تمہیں روکتا ہے کہ گو کھانا تمہاری صحت کے لئے اچھا ہے، حلال کھانا جائز ہے لیکن میری رضا کی خاطر تمہیں اب اس ایک مہینے میں کچھ وقت کے لئے کھانے سے ہاتھ روکنے پڑیں گے ۔ تو جو چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں وہ بھی فجر سے لے کر مغرب تک تم پر حرام ہیں۔ اب تمہیں میری رضا کی خاطر ان جائز اور حلال چیزوں کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔ ہر قسم کی سستی کو ترک کرنا پڑے گا، چھوڑنا پڑے گا۔ یہ نہیں کہ میرے حکموں کو سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے ٹال دو۔ اگر تم رمضان کے مہینے میں لاپرواہی سے کام لو گے اور روزے کو کچھ اہمیت نہیں دو گے۔ یا اگر روزے رکھ لو گے اس لئے کہ گھر میں سب رکھ رہے ہیں، شرم میں رکھ لوں اور نمازوں میں سستی کر جاؤ، نوافل میں سستی کر جاؤ، قرآن کریم پڑھنے میں سستی کر جاؤ، قرآن کریم بھی رمضان میں ہر ایک کو کم از کم ایک دور مکمل کرنا چاہئے۔ تو یہ تمہارے روزے خدا کی خاطر نہیں ہوں گے اگر یہ سستی ہوتی رہی۔ یہ تو دنیا دکھاوے کے روزے ہیں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھے یا ایسے لوگوں کے بھوکا پیاسا رہنے سے تمہارے اللہ تعالیٰ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ ایسے لوگ تو مومن ہی نہیں ہیں۔ اور روزے تو مومن اور تقویٰ اختیار کرنے والوں پر فرض کئے گئے ہیں۔ بعض لوگ صرف سستی کی وجہ سے روزے چھوڑ رہے ہوتے ہیں۔ نیند بہت پیاری ہے، کون اٹھے۔ روزے میں ذرا سی تھکاوٹ یا بھوک برداشت نہیں کر رہے ہوتے اس لئے روزے چھوڑ رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب باتیں ایسی ہیں جو ایمان سے دور لے جانے والی ہیں اس لئے فرمایا ہے کہ ایمان مکمل طور پر تقویٰ اختیار کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور روزے رکھنے سے جس طرح کہ روزے رکھنے کا حق ہے، نوافل کے لئے اٹھو، نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرو، قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرو، اس کو سمجھنے کی کوشش کرو، اس سے تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو گا۔ اور جب تقویٰ پیدا ہو گا تو اتنا ہی زیادہ تمہارے ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ فرمایا کہ یہی ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے گُر ہیں کہ تم خدا کی خاطر اپنے آپ کو جائز چیزوں سے بھی روکو اور تم سے پہلے جو لوگ تھے، جو مذاہب تھے ان سب میں روزوں کا حکم تھا۔ اور ان میں سے بھی وہی لوگ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرتے تھے جو اللہ کی خاطر اپنے روزہ رکھنے کے فرض کو بجا لاتے تھے۔ اور تمہارے لئے تو زیادہ بہتر رنگ میں اور زیادہ معین رنگ میں روزوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رضا کی خاطر روزے رکھنے والوں کی جزا بھی مَیں خود ہوں۔ اور جس کا اجر، جس کی جزا خداتعالیٰ خود بن جائے اس کو اور کیا چاہئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ روزے اس طرح رکھو جو روزے رکھنے کا حق ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں رکھے اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہشمند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ تو یہاں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایمان کی حالت اور دوسری ہے محاسبۂ نفس۔ اب روزوں میں ہر شخص کو اپنے نفس کا بھی محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ دیکھتے رہنا چاہئے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں مَیں جائزہ لوں کو میرے میں کیا کیا برائیاں ہیں، ان کا جائزہ لوں۔ ان میں سے کون کون سی برائیاں ہیں جو مَیں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں ان کو چھوڑوں۔ کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں نہیں کر سکتا یا مَیں نہیں کر رہا۔ اور کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ تو اگر ہر شخص ایک دو نیکیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ایک دو برائیاں چھوڑنے کی کوشش کرے اور اس پر پھر قائم رہے تو سمجھیں کہ آپ نے رمضان کی برکات سے ایک بہت بڑی برکت سے فائدہ اٹھا لیا۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’تمہارا یہ مہینہ تمہارے لئے سایہ فگن ہوا ہے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حلفی ارشاد ہے کہ مومنوں کے لئے اس سے بہتر مہینہ کوئی نہیں گزرا اور منافقوں کے لئے اس سے بُرا مہینہ کوئی نہیں گزرا۔ اس مہینے میں داخل کرنے سے قبل ہی اللہ عزّوجلّ مومن کا اجر اور نوافل لکھ دیتا ہے جبکہ منافق (کے گناہوں) کا بوجھ اور بدبختی لکھ لیتا ہے۔ اس طرح کہ مومن مالی قربانیوں کے لئے اپنی طاقت تیار کرتا ہے اور منافق غافل لوگوں کی اتباع اور ان کے عیوب کی پیروی میں قوت بڑھاتا ہے۔ پس درحقیقت یہ حالت مومنوں کے لئے غنیمت اور فاجر کے لئے (اس کے مطابق) سازگار ہوتی ہے‘‘۔ (مسند احمد)

اب مالی قربانیوں میں بھی صدقہ وخیرات وغیرہ بہت زیادہ دینے چاہئیں۔ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں آتا ہے کہ ان دنوں آپ کا ہاتھ بہت کھلا ہوجاتا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ روزوں کی فضیلت اور اس کے فرائض پر ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم بچ جاؤ۔ اس کے کیا معنے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً ایک تو اس کے یہی معنے ہیں کہ ہم نے تم پر اس لئے روزے فرض کئے ہیں تاکہ تم ان قوموں کے اعتراضوں سے بچ جاؤ جو روزے رکھتی رہی ہیں، بھوک اور پیاس کی تکلیف کو برداشت کرتی رہی ہیں، جو موسم کی شدت کو برداشت کرکے خدا تعالیٰ کو خوش کرتی رہی ہیں۔ اگر تم روزے نہیں رکھو گے تو وہ کہیں گی کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم باقی قوموں سے روحانیت میں بڑھ کر ہیں لیکن وہ تقویٰ تم میں نہیں جو دوسری قوموں میں پایا جاتا تھا۔ پھر ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ میں دوسرا اشارہ اس امر کی طرف کیا گیا ہے کہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ روزے دار کا محافظ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اتقاء کے معنے ہیں ڈھال بنانا، نجات کا ذریعہ بنانا، وقایا بنانا وغیرہ ہیں۔ پس اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ تم پر روزے رکھنے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنالو اور ہر شر سے اور ہر خیر کے فقدان سے محفوظ رہو۔......روزہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ یا بلحاظ صحتِ انسانی دنیوی امور سے بھی کسی حد تک تعلق رکھتا ہے۔ پس ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے یہ معنے ہوئے کہ تا تم دینی اور دنیوی شرور سے محفوظ رہو۔ دینی خیر وبرکت تمہارے ہاتھ سے نہ جاتی رہے یا تمہاری صحت کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ روزے کئی قسم کے امراض سے نجات دلانے کا بھی موجب ہوجاتے ہیں۔......مَیں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دوران رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ فائدہ تو صحت جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے۔ اس لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مَیں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیز ہیں اور روزے رکھنے والا خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنالیتا ہے جو اسے ہر قسم کے دکھوں اور شرور سے محفوظ رکھتا ہے‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۷۴۔۳۷۵)

پھر اسی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

’’﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ میں ایک اور فائدہ یہ بتایا کہ روزہ رکھنے والا برائیوں اور بدیوں سے بچ جاتا ہے اور یہ غرض اس طرح پوری ہوتی ہے کہ دنیا سے انقطاع کی وجہ سے انسان کی روحانی نظر تیز ہوجاتی ہے اور وہ ان عیوب کو دیکھ لیتا ہے جو اسے پہلے نظر نہ آتے تھے۔ اسی طرح گناہوں سے انسان اس طرح بھی بچ جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے روزہ اس چیز کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنا منہ بند رکھے اور سارا دن نہ کچھ کھائے اور نہ پئے بلکہ روزہ یہ ہے کہ مونہہ کو صرف کھانے پینے سے ہی نہ روکا جائے بلکہ اسے ہر روحانی نقصان دہ اور ضرر رساں چیز بھی بچایا جائے نہ جھوٹ بولا جائے، نہ گالیاں دی جائیں، نہ غیبت کی جائے، نہ جھگڑا کیا جائے۔ اب دیکھو زبان پر قابو رکھنے کا حکم تو ہمیشہ کے لئے ہے لیکن روزہ دار خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اب یہ بھی یادرکھنے کی بات ہے کہ روزے دار گالی دیتا ہے، جھگڑا کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، چغلی کرتا ہے تو ان حالتوں میں بھی رزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو یہ بڑی باریک دیکھنے والی چیز ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک مہینہ تک اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے تو یہ امر باقی گیارہ مہینوں میں بھی اس کے لئے حفاظت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اس طرح روزہ اسے ہمیشہ کے لئے گناہوں سے بچالیتا ہے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۷۷)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’روزوں کا ایک اور فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تقویٰ پر ثبات قدم حاصل ہوتا ہے اور انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزوں کے نتیجہ میں صرف امراء ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتے بلکہ غرباء بھی اپنے اندر ایک نیا روحانی انقلاب محسوس کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے وصال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غرباء بے چارے سارا سال تنگی سے گزارہ کرتے ہیں اور بعض دفعہ انہیں کئی کئی فاقے بھی آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں سے بھی ثواب حاصل کرسکتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجْزٰى بِهٖ، یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزا خود میری ذات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اور کیا چاہئے۔ غرض روزوں کے ذریعہ غرباء کو یہ نکتہ دیا گیا ہے کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبر اور ناشکرے نہ ہوں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں جیسا کہ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں تو یہی فاقے ان کے لئے نیکیاں بن جائیں گی (اگر وہ حرف شکایت زبان پر نہ لائیں) اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہوجائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے روزوں کو غرباء کے لئے تسکین کا موجب بنایا ہے تاکہ وہ مایوس نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ہماری فقر وفاقہ کی زندگی کس کام کی۔ اللہ تعالیٰ نے روزے میں انہیں یہ گُر بتایا ہے کہ اگر وہ اس فقر وفاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزاریں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملاسکتی ہے‘‘۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۳۷۷۔۳۷۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے۔ اس سے پیشتر کے رکوع میں رمضان شریف کے متعلق یہ بات مذکور ہے کہ انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض نوعی اور بقائے نسل کی شخصی ضرورتوں میں جیسے کھانا پینا ہے اور نوعی ضرورت جیسے نسل کے لئے بیوی سے تعلق۔ ان دونوں قسم کی طبعی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے۔ آج کل تو دن چھوٹے ہیں۔ (اور اتفاق سے یہ دن بھی رمضان کے سردیوں میں ہی ہیں اور یہ بھی چھوٹے ہیں)۔ سردی کا موسم ہے اور ماہ رمضان بہت آسانی سے گزرا مگر گرمی میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھوک پیاس کا کیا حال ہوتا ہے۔ اور جوانوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اُن کو بیوی کی کس قدر ضرورت پیش آتی ہے۔ جب گرمی کے موسم میں انسان کو پیاس لگتی ہے۔ ہونٹ خشک ہوتے ہیں، گھر میں دودھ، برف، مزہ دار شربت موجود ہیں مگر ایک روزہ دار ان کو نہیں پیتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے مولیٰ کریم کی اجازت نہیں کہ ان کو استعمال کرے۔ بھوک لگتی ہے ہر ایک قسم کی نعمت زردہ، پلاؤ، قورمہ، فرنی وغیرہ گھر میں موجود ہیں۔ اگر نہ ہوں تو ایک آن میں اشارہ سے تیار ہوسکتے ہیں مگر روزہ دار ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس سے مولیٰ کریم کی اجازت نہیں۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار مرد اپنی بیویوں کے قریب نہیں جاتے صرف اس لئے کہ اگر جاؤں گا تو خدا تعالیٰ ناراض ہوگا، اس کی حکم عدولی ہوگی۔ ان باتوں سے روزہ کی حقیقت ظاہر ہے کہ جب انسان اپنے نفس پر یہ تسلط پیدا کرلیتا ہے کہ گھر میں اس کی ضرورت اور استعمال کی چیزیں موجود ہیں مگر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے وہ حسب تقاضائے نفس ان کو استعمال نہیں کرتا تو جو اشیاء اس کو میسر نہیں ان کی طرف نفس کو کیوں راغب ہونے دے گا۔ رمضان شریف کے مہینہ کی بڑی بھاری تعلیم یہ ہے کہ کیسی ہی شدید ضرورتیں کیوں نہ ہوں مگر خدا کے ماننے والا خدا ہی کی رضامندی کے لئے ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے اور ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ قرآن شریف روزہ کی حقیقت اور فلاسفی کی طرف خود اشارہ فرماتا ہے

سیٹلائٹ

اورکہتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ روزہ تمہارے لئے اس واسطے ہے کہ تقویٰ سیکھنے کی تم کو عادت پڑ جاوے۔ایک روزہ دار خدا کے لئے ان تمام چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے جن کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اوران کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے صرف اس لئے کہ اس وقت میرے مولیٰ کی اجازت نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پھر وہی شخص ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جن کی شریعت نے مطلق اجازت نہیں دی اور وہ حرام کھاوے پیوے اور بدکاری میں شہوت کو پورا کرے۔(الحکم ۲۴؍جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۲)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں ۔مومن کو چاہئے کہ تقویٰ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اگر مشکلات میں سے بھی گزرنا پڑے تو گزر جائے۔یہاں تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم دے رہا ہے کہ سال کے گیارہ مہینے تو تم جائز چیزوں کے استعمال کی میری طرف سے اجازت ہے،تم استعمال کرو ان کو۔ اورتم کرتے رہے ہو مگر اب مَیں کہتا ہوں کہ میری خاطر یہ چند دن تم دن کے ایک حصے میں یہ جائز چیزیں بھی استعمال نہ کرو۔تو کیا تم بہانے بناؤ گے؟ یہ تو کوئی ایمان اور تقویٰ نہ ہوا۔اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوتا ہے جو تقویٰ پر چلتے ہیں اوراس کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہوتے ہیں ۔یہ روزے چند دن کے نہ صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا باعث بن رہے ہیں بلکہ ہماری جسمانی صحت کے لئے بھی ہمارے لئے بھی فائدہ مند ہیں۔اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سال میں کچھ وقت ایسا ہونا چاہئے جس میں انسان کم سے کم غذا کھائے۔تو اس امر سے ہم دوہرا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔جسمانی صحت بھی اور خدا تعالیٰ کی رضا بھی۔فرمایا کہ کیوں اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی نہیں دینا چاہتا،کسی تکلیف اور مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا اس لئے اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو تو پھر ان دنوں میں روزے نہ رکھو۔اور یہ روزے دوسرے دنوں میں جب سہولت ہو پورے کرلو۔یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ اس وقت چونکہ تمام گھر والے روزے رکھ رہے ہیں جیسے کہ مَیں نے پہلے بھی کہا،اٹھنے میں آسانی ہے،زیادہ تردّد نہیں کرنا پڑتا،جیسے تیسے روزے رکھ لیں،بعد میں کون رکھے گا۔تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔بات وہی ہے کہ اصل بنیاد تقویٰ پر ہے،حکم بجالانا ہے،حکم یہ ہے کہ تم مریض ہو یا سفر میں ہو،قطع نظر اس کے کہ سفر کتنا ہے،جو سفر تم سفر کی نیت سے کر رہے ہو وہ سفر ہے اوراس میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دو تین کوس کا سفر بھی سفر ہے اگر سفر کی نیت سے ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں برداشت ہے ،ہم برداشت کرسکتے ہیں تو ایسے لوگوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت میں رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔جو حکم وہ دے اُس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔اس نے تو یہی حکم دیا ہے۔﴿مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور مَیں نے روزہ نہیں رکھا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ بتاریخ ۲۱؍جنوری ۱۹۰۷ء)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام کے روزے رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے۔مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزہ رکھے۔خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے اور اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کرسکتا۔خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے۔اوراس پر عمل کرنا چاہئے۔مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا‘‘۔(البدر بتاریخ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بنا آسانی پر رکھی ہے۔جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں ان کو چاہئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے‘‘۔(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

پھر فرماتے ہیں کہ:

’’میرا مذہب ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اٹھا کر (یعنی کچھ سامان وغیرہ لے کر،بیگ وغیرہ لے کر) سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔شریعت کی بنا دِقّت پر نہیں ہے۔جس کو تم عُرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے ہے‘‘۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۶ بتاریخ ۱۷؍فروری ۱۹۰۱ء)

فرماتے ہیں: یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے،اس میں اَمَر ہے۔یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنا چاہئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر ﴿عِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾ کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے،اس کو اطاعتِ امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔یہ غلطی ہے۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے‘‘۔(الحکم جلد ۳ نمبر ۴ بتاریخ ۳۱؍جنوری ۱۸۹۹ء)

تو ایسے لوگ جو اس لئے کہ گھر میں آج کل روزہ رکھنے کی سہولت میسر ہے روزہ رکھ لیتے ہیں ان کو اس ارشاد کے مطابق یاد رکھنا چاہئے کہ نیکی یہی ہے کہ روزے بعد میں پورے کئے جائیں اور وہ روزے نہیں ہیں جو اس طرح زبردستی رکھے جاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر پر تھے ۔آپؐ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا اور ایک آدمی پر دیکھا کہ سایہ کیا گیا ہے۔آپؐ نے فرمایا: ’’کیا ہے؟‘‘۔انہوں نے کہا کہ یہ شخص روزہ دار ہے۔آپؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(بخاری کتاب الصوم)

پھر ایک اور بڑی واضح حدیث ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے رمضان کے مہینہ میں سفر کی حالت میں روزہ اور نماز کے بارہ میں دریافت کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھو‘‘۔اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ!مَیں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔نبی ﷺ نے اسے کہا کہ ’’اَنْتَ اَقْوٰی اَمِ اللّٰہُ؟‘‘ کہ تو زیادہ طاقتور ہے یا اللہ تعالیٰ؟۔یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے مریضوں اور مسافروں کے لئے رمضان میں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کو بطور صدقہ ایک رعایت قرار دیا ہے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تم میں سے کسی کو کوئی چیز صدقہ دے پھر وہ اس چیز کو صدقہ دینے والے کو لوٹا دے۔

(المصنف للحافظ الکبیر ابوبکر عبدالرزاق بن همام۔الصیام فی السفر)

تو اس سے مزید واضح ہوگیا کہ سفر میں روزہ بالکل نہیں رکھنا چاہئے۔لیکن بعض دفعہ بعض لوگ دوسری طرف بہت زیادہ جھک جاتے ہیں۔بعض اس سہولت سے کہ مریض کو سہولت ہے خود ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ مَیں بیمار ہوں اس لئے روزہ نہیں رکھ سکتا۔اور پوچھو تو کیا بیماری ہے؟ تم تو جوان آدمی ہو،صحت مند ہو، چلتے پھر رہے ہو،بازاروں میں پھر رہے ہو،بیماری ہے تو ڈاکٹر سے چیک اپ کرواؤ تو جواب ہوتا ہے کہ نہیں ایسی بیماری نہیں بس افطاری تک تھکاوٹ ہو جاتی ہے،کمزوری ہو جاتی ہے ۔تو یہ بھی وہی بات ہے کہ تقویٰ سے کام نہیں لیتے۔نفس کے بہانوں میں نہ آؤ۔فرمایا یہ ہے کہ نفس کے بہانوں میں نہ آؤ۔ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کا حال جانتا ہے۔خوف کا مقام ہے یہی نہ ہو کہ ان بہانوں سے کہیں حقیقت میں ان حکموں کو ٹال کر کہیں بیمار ہی بن جاؤ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’بے شک یہ قرآنی حکم ہے کہ سفر کی حالت میں اور اسی طرح بیماری کی حالت میں روزے نہیں رکھنے چاہئیں اور ہم اس پر زور دیتے ہیں تا قرآنی حکم کی ہتک نہ ہو مگر اس بہانے سے فائدہ اٹھا کر جو لوگ روزہ نہیں رکھ سکتے ہیں اور پھر وہ روزہ نہیں رکھتے یا ان سے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ کوشش کرتے تو

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

انہیں پورا کر سکتے تھے لیکن ان کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی گنہگار ہیں جس طرح وہ گنہگار ہے جو بلا عذر رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ اس لئے ہر احمدی کو چاہئے کہ جتنے روزے اس نے غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہیں رکھے وہ انہیں بعد میں پورا کرے''۔ (بحوالہ فقہ احمدیہ صفحہ ۲۹۳)

یہ فتویٰ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ تو یہ افراط اور تفریط دونوں ہی غلط ہیں۔ ہمیشہ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو طاقت رکھتے ہیں، مالی وسعت رکھتے ہیں اگر کسی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ سکے تو فدیہ دیا کریں۔ اور فدیہ کیا ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔ اس کے مطابق جس طرح تم خود کھاتے ہو کیونکہ دوسرے کی عزت نفس کا بھی خیال رکھنے کا حکم ہے۔ اس لئے اچھا کھانا کھلاؤ، یہ نہیں کہ مَیں روزے رکھتا تو اعلیٰ کھانے کھاتا لیکن تم چونکہ کم حیثیت آدمی ہو اس لئے تمہارے لئے فدیہ کے طور پر یہ بچا کھچا کھانا ہی موجود ہے۔ نہیں۔ یہ نہیں ہے، تمہاری نیکی تو اس وقت ہی نیکی شمار ہوگی جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ کر رہے ہوگے نہ کہ اس غریب پر احسان جتانے کے لئے۔ تو جب تم خدا کی رضا کی خاطر یہ فدیہ دو گے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس بیماری کی حالت کو صحت میں بدل دے۔ کیونکہ فرمایا کہ تمہارا روزے رکھنا بہرحال تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ یعنی ایک بیمار مریض بہت زیادہ لاغر کمزور ہو، ٹی بی کا مریض ہی ہو بے شک، تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور مَیں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا۔ (لیکن بعض لوگوں کی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ باوجود خواہش کے روزہ نہیں رکھ سکتے اور مستقلاً فدیہ دینا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا اپنی حیثیت کے مطابق فدیہ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے یہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس میں بیان فرمایا۔ آپ آگے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس اُمّت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس میں قیدیں بھلائی کے لئے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے یعنی بہادر ثابت کرے۔ جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش مَیں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے۔ فرمایا اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے، بہت تڑپ رہا ہے، بہت افسوس کر رہا ہے، تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۸۔۲۵۹)

اب روزوں سے متعلق بعض متفرق باتیں ہیں۔ ان کے متعلق اب مَیں کچھ بتاتا ہوں۔ بعض لوگ سستی کی وجہ سے یا کسی عذر یا بہانہ کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے۔ ان کو خیال آ جاتا ہے کہ روزے رکھنے چاہئیں۔ بعض لوگوں کو ایک عمر گزرنے کے بعد خیال آتا ہے کہ ایک عمر گزار دی۔ صحت تھی، طاقت تھی، مالی وسعت تھی، تمام سہولیات میسر تھیں اور روزے نہیں رکھے۔ تو مجھے جو نیکیاں بجا لانی تھیں نہیں ادا کر سکا تو اب کیا کروں؟ تو ایسا ہی ایک شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مَیں نے آج سے پہلے کبھی روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں؟ فرمایا: خدا ہر شخص کو

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے رکھوں گا''۔ (البدر جلد ۱ نمبر ۱۲ بتاریخ ۱۶؍ جنوری ۱۹۰۳ء)

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور جس نے رمضان کے تقاضوں کو پہچانا اور جو اس رمضان کے دوران ان تمام باتوں سے محفوظ رہا جن سے اس کو محفوظ رہنا چاہئے تھا تو اس کے روزے اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

پھر بعض لوگ سحری نہیں کھاتے، عادتاً نہیں کھاتے یا اپنی بڑائی جتانے کے لئے نہیں کھاتے اور اٹھ پہرے روزے رکھ رہے ہوتے ہیں ان کے لئے بھی حکم ہے حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو سحری کھانے میں برکت ہے۔

پھر یہ کہ سحری کا وقت کب تک ہے؟ ایک تو یہ کہ جب سحری کھا رہے ہوں تو جو بھی لقمہ یا چائے جو آپ اس وقت پی رہے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ہے اس کو مکمل کرنے کا ہی حکم ہے۔ روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی اذان سن لے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی ضرورت پوری کر لے یعنی وہ جو کھا رہا ہے وہ مکمل کر لے۔

پھر بعض دفعہ غلطی لگ جاتی ہے اور پتہ نہیں لگتا کہ روزے کا وقت ختم ہو گیا ہے اور بعض دفعہ چند منٹ اوپر چلے جاتے ہیں تو اس صورت میں کیا یہ روزہ جائز ہے یا نہیں۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ مَیں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ابھی روزہ رکھنے کا وقت ہے اور مَیں نے کچھ کھا کے روزہ رکھنے کی نیت کی لیکن بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی اب مَیں کیا کروں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا۔

پھر افطاری میں جلدی کرنے کے بارہ میں حکم آتا ہے۔ ابی عطیہ نے بیان کیا کہ مَیں اور مسروق حضرت عائشہ کے پاس آئے اور پوچھا اے ام المومنین! حضورؐ کے صحابہ میں سے دو صحابی ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی نیکی اور خیر کے حصول میں کوتاہی کرنے والا نہیں لیکن ان میں سے ایک تو افطاری میں جلدی کرتے ہیں اور نماز بھی جلدی پڑھتے ہیں۔ یعنی نماز کے پہلے وقت میں پڑھ لیتے ہیں اور دوسرے افطاری اور نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ ان میں سے کون جلدی کرتا ہے تو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ لیکن افطاری میں جلدی کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کا تعین کس طرح ہوگا اس بارہ میں یہ حدیث وضاحت

found.

کرتی ہے۔آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ غروب آفتاب کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کوافطاری لانے کو کہا۔اس شخص نے عرض کی کہ حضور ذرا تاریکی ہو لینے دے۔آپؐ نے فرمایا: افطاری لاؤ۔اس نے پھرعرض کی کہ حضورؐ ابھی تو روشنی ہے ۔ حضور نے فرمایا افطاری لاؤ۔وہ شخص افطاری لایا تو آپؐ نے روزہ افطار کرنے کے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے اندھیرا اٹھتا دیکھوتو افطار کرلیا کرو۔

پھر بعض دفعہ روزے کے دوران بھول جاتا ہے انسان کہ روزہ ہے اور کچھ کھا لیتا ہے اس بارہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لے، وہ اپنے روزہ کو پورا کرے، اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے، یہ روزہ ٹوٹتا نہیں ہے اس کو پورا کرے۔

کچھ سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش ہوئے کہ روزہ کی حالت میں یہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے، وہ مَیں آپ کو بتاتا ہوں۔سوال یہ ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی شیشہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں جائز۔تو فرمایا جائز ہے۔

پھر لوگ سوال بھی عجیب کرتے تھے۔ایک نے سوال کیا کہ روزہ دار کو ڈاڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں۔آپؑ نے فرمایا جائز ہے۔

پھر سوال پیش ہوا کہ خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں۔فرمایا جائز ہے۔

پھر ایک سوال ہوا کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔کیونکہ برصغیر میں سرمہ ڈالنے کا بھی ہندوستان پاکستان میں، خاص طور پر دیہاتوں میں کافی رواج ہے۔تو فرمایا: ”مکروہ ہے۔اور ایسی ضرورت بھی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے، اگر آنکھوں میں کوئی تکلیف ہے تو رات کے وقت سرمہ لگالو۔

(بدر جلد نمبر ۶ صفحہ ۱۴ بتاریخ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء)

پھر ایک سوال پیش ہوا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں کو جب کہ کام کی کثرت مثلاً بیج وغیرہ ڈالنا یا ہل چلانا وغیرہ تو ایسے مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا، گرمی بہت شدید ہوتی ہے تو ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں، ہر شخص تقویٰ اور طہارت سے اپنی حالت سوچ لے اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔پھر جب میسر ہو یعنی جب سہولت پیدا ہو جائے تب روزہ رکھ لے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

”وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور مَیں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں۔اور پھر بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پہ روزہ سے محروم نہیں ہے۔اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔بہانہ جُو اپنے وجود سے اپنا مسئلہ تراش کرتے ہیں۔اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔تکلّفات کا باعث بہت وسیع ہیں۔ تکلّفات کا باب بہت وسیع ہے۔اگر انسان چاہے تو اس تکلّف کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے۔کبھی کھڑے ہو کر نمازیں نہ پڑھے، مریض ہی بنا رہے اور بیٹھ کے نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شئے ہے۔حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں۔جب مَیں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے کشف میں ملا اور انہوں نے کہا کہ تُو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقّت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقّت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تُو کیوں مشقّت میں پڑا ہوا ہے۔

یہ لوگ ہیں کہ تکلّف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔اس لئے خدا اُن کو دوسری مشقّتوں میں ڈال دیتا ہے۔اور نکالتا نہیں۔اور دوسرے جو خود مشقتوں میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر اپنے آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پہ شفقت کرے۔کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے۔اور خدا تعالیٰ کی شفقت جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کے ان فیوض و برکات سے بے انتہا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ رمضان ہمارے لئے بے انتہا برکتیں لے کر آئے۔

❁❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁❁

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی چند حسین یادیں

(مبشر احمد ظفر ۔لندن)

خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ صبح سیر میں جانے کا موقعہ ملتا رہا۔۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ ایک دفعہ بارش کی وجہ سے پارک میں کیچڑ تھا اور اس روز حضور رحمہ اللہ کے جوتے کا تسمہ چلتے چلتے کھل گیا۔جس نے پُنچ پُنچ کر شلوار کے پائنچوں کو گندہ کر دیا۔جھیل میں جب مرغابیوں کو روٹی کے ٹکڑے ڈالنے کے لئے حضورؒ رکے تو خاکسار کو موقعہ ملا کہ جلدی سے جھک کر حضور کے جوتے کا تسمہ باندھ دے۔مگر حضورؒ نے پسند نہ فرمایا اور خود ہی جلدی سے جھک کر تسمہ باندھ لیا۔اس کے ساتھ آپ کی انکساری کا ایک اور نظارہ بھی دیکھنے میں آیا کہ تسمہ باندھتے ہوئے کیچڑ سے آپ کے ہاتھ گندے ہوگئے تو خاکسار نے اپنا رومال حضور کی خدمت میں پیش کیا کہ حضور اس سے اپنے ہاتھ صاف کرلیں مگر اس پر حضورؒ نے مسکرا کر فرمایا: جزاک اللہ اور رومال کی بجائے ہاتھوں کو آپس میں مل کر کیچڑ جھاڑ دیا۔ اس چھوٹے سے واقعہ نے میری طبیعت پر آپ کی سادگی کا گہرا نقش جما دیا۔

صبح سیر ہی کا واقعہ ہے جب حضورؒ مرغابیوں کو روٹی کے ٹکڑے ڈالنے کے لئے رکتے تو حضورؒ سیر میں شامل احباب کے ساتھ ہلکی پھلکی روزمرہ کے امور پر گفتگو فرماتے جس کی وجہ سے احباب کو اپنے ذاتی امور کے بارہ میں دعا کی درخواست کرنے کا بھی موقع مل جاتا۔ چنانچہ ایک موقع مجھے بھی نصیب ہوا۔جب مَیں نے ڈرائیونگ ٹیسٹ دینا تھا تو کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی ۔خاکسار آپ کی دعاؤں سے کامیاب بھی ہوگیا۔اگلے روز مَیں نے اطلاعاً حضور کی خدمت میں بتایا کہ آپ کی دعاؤں سے ڈرائیونگ ٹیسٹ میں پاس ہوگیا ہوں۔اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ جواباً کہا کہ ایک دوکان پر کام کرتا ہوں۔حضور نے فرمایا دوکان کا کام چھوڑ دیں اور ٹیکسی کا کام شروع کریں۔مَیں نے عرض کی کہ حضور میرا تو کوئی تجربہ نہیں ۔فرمایا کر کے دیکھ لو۔ پسند آیا تو کرلینا ورنہ چھوڑ دینا۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں خاکسار نے اسی روز جا کر دوکان کے مالک کو کام چھوڑنے کا نوٹس دے دیا۔اور ساتھ یہ اس سے گاڑی خریدنے کے لئے ۸۰۰ پاؤنڈ قرض لے لئے۔اور اسی شام نیلامی (Auction) سے ایک پرانی ۱۹۸۳ء ماڈل کی ہونڈا گاڑی خرید لایا۔مَیں نے ڈرائیونگ ٹیسٹ تو پاس کرلیا تھا لیکن ہر گاڑی چلانے اور اس کے کنٹرول و بٹن وغیرہ کے استعمال کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ چنانچہ دوسری صبح جب سیر کے لئے حضور کے ساتھ گیا تو مَیں بھی اپنی گاڑی قافلے میں لے گیا جو سب سے آخر پر تھی۔اور مجھے اتنا بھی پتہ نہیں تھا کہ ہیڈ لائٹ اور بیم (بڑی لائٹ) میں کیا فرق ہے اور وہ کس وقت استعمال کرتے ہیں۔اس لاعلمی کی وجہ سے بیم لائٹ کے ساتھ ہی گاڑی چلاتا رہا جو لازماً اگلے ڈرائیور کے لئے تکلیف دہ تھی۔خیر جب قافلہ رکا تو مَیں نے آخر پر اپنی گاڑی پارک کردی۔ بعد میں دوسرے ڈرائیور نے آ کر بتایا کہ بیم لائٹ عام طور پر آن نہیں رکھی جاتی۔ سیر سے واپسی پر جب حضور اپنی مرسڈیز گاڑی میں بیٹھنے لگے تو مَیں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور مَیں نے آپ کے ارشاد پر ٹیکسی کے کام کے لئے گاڑی خرید لی ہے۔اب دعا کریں کہ ٹیکسی کا کام مجھ سے آسانی سے ہو سکے۔جس پر حضور نے حیرانگی سے پوچھا کہ واقعی خرید لی ہے۔مَیں نے کہا جی حضور۔فرمایا کہاں ہے؟ مَیں نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ آخر پر کھڑی ہے۔حضور نے فرمایا دکھلاؤ۔حضور گاڑی کے پاس تشریف لے آئے۔میرے ذہن میں تو یہ بات نہیں تھی کہ حضور نے گاڑی دیکھنی ہے ۔رات کو ہی تو خریدی تھی اگر مجھے پتہ ہوتا تو مَیں گاڑی کو صاف کرلیتا۔خیر حضور نے گاڑی کو باہر سے دیکھا اور مَیں آرام سے پاس کھڑا رہا۔ اور گاڑی لاک رہی۔ پھر فرمایا کہ اندر سے بھی دکھاؤ۔اس پر مَیں ذرا ہچکچایا لیکن ارشاد کی تعمیل میں گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔تو حضور کمال شفقت فرماتے ہوئے اس چھوٹی سی پرانی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔مَیں باہر کھڑا رہا کہ حضور اندر سے دیکھ کر باہر آ جائیں گے۔مگر اللہ کے بندوں کے عجیب رنگ ہوتے ہیں۔فرمایا: آپ اس گاڑی کو چلائیں اور مجھے واپس مسجد لے چلیں۔حضور کی محبت، شفقت اور دلجوئی ایک طرف مگر حضور کے ارشاد نے تو میرے پسینے چھڑا دئے۔اب یہ وقت انکار کا نہیں تھا ۔لیکن میری کیفیت نا قابل بیان تھی۔اور چاہتا تھا کہ کسی طرح کوئی روک پیدا ہو جائے۔کیونکہ نیا ڈرائیور، کنٹرول سے ناواقفیت، راستے کی پہچان نہ تھی۔اس لئے اس انتظار میں تھا کہ کوئی آگے بیٹھ جائے۔لہذا تھوڑا سا وقفہ ہوگیا۔اس پر حضور نے بڑے خوشگوار موڈ میں فرمایا یہ گاڑی چلتی نہیں ہے۔ اتنے میں مکرم ناصر سعید صاحب پہرہ دار آ کر میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔یہ سیٹ بہت پیچھے ہٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے حضور سمٹ کر بیٹھے تھے۔مَیں نے ناصر سعید صاحب سے کہا کہ آپ سیٹ آگے کرلیں۔اس موقع پر حضور نے کمال انکساری سے فرمایا: مَیں ٹھیک ہوں، سیٹ آگے نہ کریں۔راستہ میں حضور نے گاڑی کے سسٹم، پٹرول کی Consumption اور دیگر کئی ٹیکنیکل قسم کے سوال پوچھے جو مجھے نہیں آتے تھے۔ حضور نے ریڈیو آن کروا کر خبریں سنیں اللہ اللہ کر کے مسجد پہنچا تو مَیں نے اس جگہ گاڑی کھڑی کی جہاں حضورؒ کی گاڑی رکتی تھی۔ پہریداروں نے زور سے اشارہ کر کے وہاں سے گاڑی ہٹانے کو کہا۔مَیں نے ان کی نہ مانی۔حضور گاڑی سے اترے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔اس پر مَیں تو بہت خوش اور باقی سب بہت حیران۔حضور کی شفقتیں بے انتہا ہیں۔دل کی گہرائیوں سے اپنے اس پیارے محبوب، شفیق آقا کے لئے دعائیں پھوٹتی ہیں کہ اللہ کروٹ کروٹ آپ کو اپنے پیار سے نوازتا رہے۔آمین یا ارحم الراحمین۔

❁❁❁❁

بقیہ :بعض غیر احمدی مسلمانوں کے چند روایتی عقائد اور قرآن شریف
از صفحہ نمبر ۴

غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات کی اجازت فرماتا ہے۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶ میں فرماتا ہے ﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ﴾ آج پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں ﴿وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ﴾ اوران لوگوں کا (کھانا) جن کو کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ اورمومن عورتوں میں سے پاک دامن ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾ اوران لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جن کوتم سے پہلے کتاب دی گئی۔

اب قرآن مجید تو اہل کتاب کا کھانا بھی حلال قرار دیتا ہے۔ اوران کی پاکدامن عورتوں سے شادی بھی جائز ٹھہراتا ہے مگر بعض مسلمان علماء ان کو بغیر اسلام لانے کے زندہ رہنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ اہل کتاب کی مذہبی دشمنی انہیں عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھنے کا سبق دیتی ہے۔ اس کے بالمقابل قرآن مجید ہمیں یہ سبق دیتا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اے لوگو! جوایمان لائے ہو ﴿کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ﴾ اللہ کی خاطر سیدھے اور درست طور پر کھڑے ہوجاؤ ﴿شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ﴾ اورکسی قوم کی دشمنی اس بات پرآمادہ نہ کرے ﴿اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ کہ تم انصاف سے کام نہ لو ﴿اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ عدل سے کام لو کہ وہ تقویٰ کے سب سے قریب ہے۔
(آیت نمبر ۹)

اب دیکھئے قرآن شریف تو دشمنی کرنے والی قوم کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا ارشاد فرماتا ہے اور غیر احمدی مسلمانوں کے روایتی عقائد صرف اختلاف مذہب کی بنا پر گردن کاٹنے کی تلقین کرتے ہیں۔

...... اہل کتاب کی عداوت اسلام سے کون واقف نہیں ان کی تمام تر سرگرمیوں کا ذکر کرکے کیا ہدایت دی گئی ہے؟

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۴ میں فرماتا ہے ﴿فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ لَعَنّٰھُمْ﴾ پس ان کے اپنا عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی ﴿وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً﴾ اورہم نے ان کے دلوں کوسخت کردیا ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ﴾ وہ (خداکے) کلمات میں تحریف کرتے ہیں ﴿وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ﴾ اورانہوں نے اس کا بہت حصہ بھلا دیا جس کی ان کونصیحت کی گئی تھی ﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْھُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ﴾ اورتم ہمیشہ ان کی طرف سے خیانت کی اطلاع پاتے رہو گے سوائے ان میں سے تھوڑوں کے۔

یہود کی ان تمام سرگرمیوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے ﴿فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ﴾ پس تم ان کو معاف کرواوردرگزر سے کام لو ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ ہے قرآنی ارشاد شرارت کرنے والے اہل کتاب کے بارہ میں۔ مگر ''علماء'' کی طرف سے مسلمانوں کے کان میں شروع سے یہ ڈالا جاتا ہے کہ اہل کتاب شرارت کریں یا نہ کریں تمہیں بہرصورت بزورتلوار ان کی خبر لینا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم عدل وانصاف کی تعلیم ہے اورعدل وانصاف کے قیام کے لئے قرآن مجید پورے زور سے یہ ہدایت فرماتا ہے کہ دوسروں کے جان ومال اورعزت کو بلا استحقاق نقصان پہنچانے والوں کو پورے زور کے ساتھ سزا دی جائے اور پورے زور سے ان پر گرفت کی جائے اور یہ بات عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اور معاشرہ میں معصوم لوگوں کی جان و مال وعزت کی حفاظت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۵ میں ہی یہ وضاحت بھی کردی ہے ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ﴾ کہ جولوگ تمہاری گرفت میں آنے سے پہلے اپنے طرزعمل سے باز آ جائیں توان کے متعلق یہ ہدایت ہے کہ ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے (لہذا تمہیں بھی مغفرت اوررحم سے کام لینا چاہئے) مگر ہمارے خیالات سے مغفرت اوررحم کا خیال تیرھویں صدی سے نکال دیا گیا ہے۔

...... سورۃ المائدہ میں اہل کتاب کی اسلامی معاشرہ اوراسلامی حکومت کی حدود میں موجودگی کوان کی شرارتوں کے باوجود تسلیم کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۴۳ میں ارشاد ہوتا ہے ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ﴾ وہ بہت توجہ سے جھوٹی باتیں سنتے ہیں ﴿اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ بڑے شوق سے مال حرام کھاتے ہیں ﴿فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ﴾ اگروہ تمہارے پاس آئیں توتم (حسب موقعہ ومناسبت) ان کے درمیان فیصلہ کرسکتے ہو۔ یاان سے اعراض کرسکتے ہو ﴿وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ﴾ اوراگران سے اعراض کرو ﴿فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا﴾ تووہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچاسکیں گے ﴿وَاِنْ حَکَمْتَ﴾ اور اگرتم فیصلہ کرو ﴿فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ﴾ توان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں ایک اسلامی حکومت کے دائرہ میں جھوٹ سننے والے ، مال حرام کھانے والے اہل کتاب کی نہ صرف موجودگی کو برداشت کیا گیا ہے بلکہ یہ تصور بھی موجود ہے کہ وہ اندرونی معاملات میں اسلامی حکام سے فیصلہ کرواسکتے ہیں اورخود بھی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ جیسے کہ اگلی آیت میں فرمایا ﴿وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ﴾ کہ وہ تمہیں کس طرح فیصلہ کے لئے کہہ سکتے ہیں جب کہ توراۃ ان کے پاس موجود ہے۔

کیاان آیات کا مضمون مسلمانوں کی گزشتہ دو صدیوں کی سوچ سے کوئی مطابقت رکھتا ہے؟

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ)

بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے بینن میں 'ہومبو' کے مقام پر
اسلامک احمدیہ مسرور ڈسپنسری کا قیام

(رپورٹ: ناصر احمد محمود طاہر - مبلغ سلسلہ بینن)

خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بینن کی طرف سے بمقام ''ہومبو'' ڈیپارٹمنٹ آف پلاتو میں پہلی ڈسپنسری کا قیام عمل میں آیا جو مکرم حافظ احسان سکندر صاحب امیر صاحب جماعت احمدیہ بینن کی زیرنگرانی مکرم ڈاکٹر عبدالوحید صاحب خادم اور مکرم مرزا انوارالحق صاحب مربی سلسلہ کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس ڈسپنسری کی افتتاحی تقریب کے لئے کئی روز پہلے سے تیاریاں کی گئیں جس میں ڈسپنسری کی عمارت کو درست کیا گیا اور پھر سامنے کے احاطہ کو وقارعمل کے ذریعہ صاف ستھرا بنایا گیا۔ نیز سائبان لگا کر انہیں خوبصورت بینروں کے ذریعہ مزین کیا گیا۔

افتتاحی تقریب کا آغاز یکم ستمبر ۲۰۰۳ء کو ہوا جس میں مکرم فردوس گنداری صاحب نے سورۃ الشعراء کی ان آیات کی تلاوت وترجمہ پیش کیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ بیماری انسان کی خطا سے آتی ہے اور شفا رحمٰن خدا کی عطا سے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد تقریب کا تعارف پیش کیا گیا اور مکرم ڈاکٹر عبدالوحید خادم صاحب نے اس ڈسپنسری کا مقصد بیان کیا جسے گردوپیش سے آئے ہوئے تقریباً ۳۵۰ لوگوں نے پرجوش نعروں اورتالیوں سے سراہا۔ مکرم ڈاکٹر صاحب کے بعد بینن کے وزیرصحت کے نمائندہ، ڈائریکٹر آف ہیلتھ سروسز نے افتتاحی خطاب کیا۔

اس موقع پر وہاں کے میئر اور ڈائریکٹر نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے جماعت کی انسانی خدمات اور اخلاص کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ ایسی خدمات کررہی ہے جو ہم بھول نہیں سکتے۔

تقریب میں آئے ہوئے ایک میئر نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: ''مَیں پہلے یوسف تھا، پھرجوزف ہوگیا مگراب جماعت احمدیہ کے اخلاص اور خدمت دین کے جذبہ سے مجھے اسلام کی حقیقی روح کا علم ہوا ہے اورمجھ میں یوسف والی روح پیدا ہوگئی ہے''۔

اس تقریب کے اختتامی خطاب میں مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ بینن نے کہا کہ ہم خدا کی محبت کواس وقت تک حاصل نہیں کرسکتے جب تک انسان سے محبت نہیں کرتے۔ اس لئے جماعت احمدیہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انسان سے محبت پیدا کرنے کی خاطر ہمیشہ خدمت کے میدان میں کام کرتی رہی ہے۔ اور یہ ڈسپنسری بھی اس لئے قائم کی جارہی ہے تا انسانی محبت بڑھے۔ اور یہ بینن میں پہلی ڈسپنسری ہے جو اس ملک میں خلافت خامسہ کے دور کی بھی پہلی ہی ڈسپنسری ہے۔

خطاب کے اختتام پر مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور پھر آپ کے ہمراہ حکومتی عہدیداروں اور نمائندگان نے فیتہ کاٹتے ہوئے اس ڈسپنسری کا معائنہ کیا۔ اس دوران وہاں یہ آئی ہوئی افریقن عوام، کیا مرد اورکیا عورتیں سب نے اس نعمت کے اجراء پر خوشی کا اظہار قسما قسم کے نغمے اورترانے گا کر اوراپنے روایتی طریق سے کیا۔ تقریب کے اختتام پر تمام لوگوں کی ماحضر سے تواضع بھی کی گئی۔

یادرہے کہ اس ڈسپنسری سے پہلے بھی ملک بینن میں جماعت احمدیہ کے دو ہسپتال شہر کوتونو اور پوتونوو میں انسانیت کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں۔ اس ڈسپنسری سے علاقہ کے پندرہ گاؤں مستفید ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

ملک بینن میں ان دو مذکورہ ہسپتالوں کے بعد خلافت خامسہ کے دَور کی یہ پہلی ڈسپنسری ہے جس کا نام اسی مناسبت سے ''اسلامک احمدیہ مسرور ڈسپنسری'' رکھا گیا ہے۔

مقامی ٹی وی اوراخبارات نے بھی اس ڈسپنسری کے اجراء کی خبریں نشر کیں اور جماعت کے اس خدمت انسانیت کے کام کو سراہا۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ خدائے شافی اس ڈسپنسری کو حقیقتاً دارالشفاء بنادے اور یہ مقبول خدمت کا مرکز ہو۔ آمین

TOWNHEAD PHARMACY
FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS NEEDS
☆......☆......☆
31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

صوبہ رووما (تنزانیہ۔مشرقی افریقہ) کے
جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

مختلف دینی موضوعات پرتقاریر۔ مجلس سوال وجواب۔ بکسٹال ،
نومبایعین کے خصوصی اجلاس میں ایمان ا فروز واقعات کابیان

(رپورٹ :عبدالناصر منصور۔ مبلغ سلسلہ تنزانیہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ ۲۷،۲۸/جون ۲۰۰۳ء بروز جمعہ اور ہفتہ صوبہ رووما (Ruvuma) کے علاقہ کیلانگالانگا (Kilangalanga) میں جلسہ سالانہ کا انعقاد کیا گیا۔ جلسہ سالانہ کی تیاری کا آغاز چند ماہ قبل کیا گیا۔ صوبہ کی نئی اور پرانی جماعتوں نے حسب سابق اس جلسہ کے لئے مکئی گوشت اور دوسری اشیاء بطور چندہ جمع کر کے مقام جلسہ تک پہنچائیں۔ نیز مرکزی نظام کے تحت مختلف شعبہ جات کی کمیٹیاں بنا کر ان کے سپرد کام کیا گیا اور ان کمیٹیوں نے جلسہ سے کئی روز قبل کام کا آغاز کر دیا۔

اس جلسہ کے لئے گورنمنٹ سے اجازت کے بعد سارے علاقہ میں جگہ جگہ پوسٹرز آویزاں کئے گئے اور تمام لوگوں کو بلا تمیز مذہب وملت شرکت کی دعوت دی گئی۔ سرکاری افسران کو بذریعہ خطوط خصوصی دعوت نامے جاری کئے گئے۔

وقار عمل

جلسہ کے لئے ایک بڑا پلاٹ احباب جماعت نے وقار عمل کے ذریعہ صاف کیا اور حاضرین کے بیٹھنے کے لئے کرسیوں اور دوسری اشیاء کا اہتمام کیا گیا۔ احباب کی سہولت کے لئے جگہ جگہ بیوت الخلاء اور وضو کی جگہ پر پانی مہیا کیا جاتا رہا جو خدام بہت دور سے لاتے رہے۔ جلسہ سے ایک روز قبل خدا کے فضل سے جلسہ گاہ بالکل تیار تھی۔ جو احمدی احباب نے بڑی محنت وشوق سے تیار کی۔ علاوہ ازیں مشن ہاؤس کو بھی وقار عمل کے ذریعہ تیار کیا گیا۔

جلسہ گاہ کو خوبصورت بینرز کے ساتھ سجایا گیا جو سواحیلی اور انگریزی میں لکھے گئے تھے۔ کلمہ طیبہ کا ایک بڑا بینر بھی لگایا گیا جو ہر آنے جانے والے کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ جلسہ گاہ مردانہ کے علاوہ زنانہ جلسہ گاہ کا بھی الگ انتظام کیا گیا۔ بڑے بڑے لاؤڈ سپیکرز کے ذریعہ دور دور تک آواز پہنچانے کا انتظام کیا گیا جس کے لئے جنریٹر کا خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔

مہمانوں کی آمد

جلسہ سے دو روز قبل مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی رہائش اور کھانے پینے کا بہت اچھا بندوبست تھا ۔مہمان گورنمنٹ ٹرانسپورٹ، پرائیویٹ سروسز اور سائیکلوں پر تشریف لائے۔ بعض کئی میل تک پیدل سفر کر کے جلسہ میں شامل ہوئے۔

سائیکلوں پر آمد

یہ بات ازدیاد ایمان کا باعث ہے کہ چار افراد پر مشتمل خدام و انصار کا قافلہ ۲۵۰ کلومیٹر کا طویل فاصلہ تین دن میں طے کر کے سائیکلوں پر جلسہ کے لئے آیا اور جس راستہ پر یہ قافلہ سیر کر کے آیا بہت پرخطر اور پہاڑیوں، جنگلوں سے گزرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قافلہ بخیر وعافیت پہنچ گیا اور جلسہ کے بعد یہ افراد سائیکلوں پر ہی واپس گئے۔

مرکزی وفد

مکرم فیض احمد زاہد صاحب امیر ومشنری انچارج تنزانیہ چار رکنی وفد کے ساتھ ایک ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے دارالسلام سے جلسہ میں شرکت کے لئے آئے ۔اسی طرح مکرم فرید احمد صاحب تبسم مبلغ سلسلہ ارنگا ریجن نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔ احباب جماعت کی سہولت کے لئے شعبہ رجسٹریشن قائم کیا گیا تھا اور جلسہ میں شامل ہونے والے احباب و خواتین کے اسماء درج کئے جاتے رہے۔

لنگر خانہ

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے لئے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اہتمام تھا۔

جلسہ سالانہ۔ پہلا دن

۲۷/جون بروز جمعہ شام تین بجے جلسہ کی کارروائی کا آغاز مکرم امیر صاحب کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم امیر صاحب نے جلسہ کی افتتاحی تقریر کی جس میں آپ نے جلسہ سالانہ کی اہمیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر کیا جو آپؑ نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔

افتتاحی تقریب کے بعد مکرم فرید احمد صاحب تبسم مبلغ سلسلہ نے جلسہ سالانہ کی اہمیت پر تقریر کی۔ اس کے بعد معلم مالکی امبوالا نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کے بارہ میں تقریر کی ۔بعدہ مکرم محمود احمد شاد صاحب مبلغ سلسلہ نے برکات خلافت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد معلم عبداللہ بانگا صاحب آف دارالسلام نے اپنے مخصوص انداز میں آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے حوالہ سے ''ختم نبوت'' کے معانی پر تقریر کی۔

مجلس سوال وجواب

اس اجلاس کے بعد مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ مبلغین اور معلمین نے تمام سوالات کے جامع جوابات دئے۔ اس موقع پر بہت سے غیر از جماعت دوست بھی تشریف لائے اور اس مجلس میں بہت دلچسپی لی اور کثرت سے سوالات کئے۔

ٹیلی ویژن پروگرام

اسی رات بعد نماز مغرب وعشاء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات وتدفین اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت اور خطبات کی ویڈیو کیسٹس دکھائی گئیں۔ نیز سواحیلی میں کئے گئے سوال و جواب کی کیسٹس بھی دکھائی گئیں۔

دوسرا اور آخری دن

۲۸/جون کو صبح نماز تہجد باجماعت کے ساتھ دوسرے دن کا آغاز ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

دوسرے دن کے پہلے اجلاس کی کارروائی مکرم محمود احمد صاحب شاد مبلغ سلسلہ موروگورو کی زیر صدارت شروع ہوئی۔

آج کی پہلی تقریر معلم عماری کاہینگے صاحب نے نماز کی اہمیت اور اس کے فوائد کے موضوع پر کی۔

آج کے مہمان خصوصی ڈسٹرکٹ کمشنر صاحب تھے ۔مکرم امیر صاحب نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب کو خوش آمدید کہا اور 'جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت اور مساعی' کو بیان کیا۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے خطاب کیا۔ وہ عیسائی ہیں مگر انہوں نے اپنے خطاب کا آغاز السلام علیکم کہہ کر کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جماعت کی پرامن تبلیغی مساعی کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھے آج اس جلسہ میں شامل ہو کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کیونکہ جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جو صحیح اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب بھی جماعت کو ان کی خدمات کی ضرورت پڑے وہ ہر وقت حاضر ہیں۔

ان کی تقریر کے بعد مکرم امیر صاحب نے ان کو دو کتب تحفۃً پیش کیں۔

جلسہ کی دوسری تقریر معلم مالکی سندھالی صاحب کی تھی جن کا موضوع تھا 'اسلام پر ایمان لانا'۔ اس کے بعد 'اسلام میں بدعات' کے موضوع پر معلم رجب سندھالی صاحب نے تقریر کی ۔اس کے بعد مکرم فرید احمد تبسم صاحب مبلغ سلسلہ ارنگا نے 'سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام' پر تقریر کی۔ اس سے اگلی تقریر 'احمدیت کی صداقت'' پر تھی جو معلم یاسین نے کی۔ اس کے بعد معلم مالکی امبوالا کی تقریر 'احمدیت کے بارہ میں پیشگوئیاں' کے موضوع پر تقریر کی۔

اجلاس برائے نومبایعین

اختتامی اجلاس سے قبل ایک اجلاس برائے نومبایعین رکھا گیا تھا جس میں مختلف جماعتوں سے آئے ہوئے نومبایعین کی تقاریر رکھی گئی تھیں جس میں نومبایعین نے اپنے قبول احمدیت کا واقعات سنائے۔ بعض ایسے تھے جو سچی خوابوں کے ذریعہ احمدی ہوئے اور بعض کو احمدیت قبول کرنے کے بعد سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ مضبوطی سے ایمان پر قائم رہے اور اب خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے بیشمار فضلوں سے نوازا ہے۔ مثلاً ایک احمدی نے بتایا کہ جب وہ احمدی ہوئے تو خاندان والوں نے بائیکاٹ کر دیا۔ مولوی نے ان کا نکاح فسخ ہونے کا فتویٰ دے کر ان کی بیوی چھین لی۔ جب ان کو گھر سے نکال دیا گیا تو پاس کے گاؤں کے ایک احمدی کے گھر گئے۔ اس احمدی نے ان سے کہا کہ آپ فکرمند نہ ہوں اگر انہوں نے آپ کی بیوی چھین لی ہے تو مَیں اپنی بہن کا رشتہ آپ کے ساتھ کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی ان کی شادی اس مخلص احمدی کی بہن سے ہو گئی اور یوں انصار مدینہ کی پاکیزہ سنت کا ایک غیر معمولی نمونہ دیکھنے میں آیا۔

اختتامی اجلاس

جلسہ سالانہ کا اختتامی اجلاس شام تین بجے مکرم فیض احمد صاحب زاہد امیر ومشنری انچارج تنزانیہ کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم محمود احمد صاحب شاد مبلغ سلسلہ نے 'قرآن کریم کی اہمیت' کے موضوع پر تقریر کی ۔اس کے بعد مکرم معلم عبداللہ بانگا نے 'وفات مسیح ناصری علیہ السلام'' پر تقریر کی۔

ان تقاریر کے بعد مکرم معلم راشد عیسیٰ صاحب نے احباب وخواتین اور مرکزی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اختتامی تقریر میں احباب جماعت کو خلافت سے وابستہ رہنے اور نظام کی اطاعت کے بارہ میں تلقین کی۔ دعا کے بعد یہ جلسہ اپنے بابرکت اختتام کو پہنچا۔

مخالفین کی ناکامی

ہمارے جلسہ کے اعلان کے ساتھ ہی مخالف مولویوں نے لوگوں کو بدظن کرنے اور جلسہ سے روکنے کی کوششیں شروع کر دیں ۔ایک روز قبل لاؤڈ سپیکر پر پورے علاقہ میں گھومے اور لوگوں سے کہا کہ قادیانیوں کے جلسہ میں ہرگز شامل نہ ہوں۔ جلسہ کے دنوں میں جلسہ گاہ کی طرف جانے والے راستوں پر بیٹھ کر بھی لوگوں کو منع کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور احمدیوں کے ساتھ بہت سے مہمان بھی شامل ہوئے ۔مہمانوں میں کئی گاؤں کے دیہی ممبر آف پارلیمنٹ اور ضلعی کونسلر وغیرہ شامل تھے۔

بکسٹال

دوران جلسہ ایک بکسٹال بھی لگایا گیا جس میں جماعت کی کتب نمائش اور فروخت کے لئے رکھی گئیں۔ قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ اس موقع پر بہت سی کتب فروخت ہوئیں۔

حاضری

امسال جلسہ کی حاضری ۶۷۱ رہی جبکہ ۴۰۰ کے قریب احباب اس کے علاوہ تھے جو وقتاً فوقتاً کارروائی سنتے رہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو بہت سے لوگوں کے لئے راہ ھدیٰ پر لے جانے والا بنائے اور ہم سب اخلاق، تربیتی، تبلیغی، روحانی اور علمی میدانوں میں اعلیٰ نمونہ پیش کرنے والے اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والے ہوں۔ آمین۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

دانتوں اور منہ کی صفائی

سید حمید اللہ نصرت پاشا (ڈینٹل سرجن۔ ربوہ)

یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بوقتِ رحلت جو آخری عمل اپنے مبارک ہاتھ سے کیا وہ ''مسواک''، یعنی دانتوں اور منہ کی صفائی کا عمل تھا۔ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں دی ہے ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (الانعام:163) یعنی تُو بے شک یہ اعلان کردے کہ میری نماز، میری عبادت، میری حیات اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے وقف ہیں۔ لفظ ﴿مَمَاتِیْ﴾ یعنی میری موت سے مراد صرف لمحۂ موت نہیں۔ موت کے ساتھ ملحقہ کئی کیفیات ہوتی ہیں۔ آپؐ کی وہ تمام کیفیات ﴿مَمَاتِیْ﴾ کے دائرہ میں داخل ہیں اور تمام ہی ﴿لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ تھیں۔ آپؐ کا آخری قول ''فی الرَّفِیقِ الاعلیٰ''، بھی مماتی کے دائرے میں داخل ہے اور آپؐ کا آخری فعل یعنی دانتوں اور منہ کی صفائی بھی ﴿مَمَاتِیْ﴾ کے دائرے میں داخل ہے۔ گویا رحلت سے وابستہ آپؐ کی تمام کیفیات محض لِوَجْہِ اللّٰہ تھیں۔ اور ان کیفیات میں سے کوئی ایک بھی اتفاقی حادثہ نہ تھا۔

اگر منہ کی صفائی کا تعلق صرف جسم سے ہوتا اور اگر اس کی اہمیت محض ظاہری ہوتی تو شاید اس عمل کو اللہ کے اذن سے یہ شرف نہ ملتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ٹھہرے۔ آپؐ کا ایک ارشادِ مبارک اسی طرف اشارہ کرتا ہے: تَسَوَّکُوا فَاِنَّ السِّوَاکَ مَطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاۃٌ لِلرَّبّ (ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب السواک) یعنی مسواک کیا کرو۔ یقیناً مسواک کا عمل منہ کی صفائی اور ربّ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ پس منہ کی صفائی کی ظاہری اہمیت تو ہے ہی لیکن چونکہ اس کے ساتھ رب کی رضا بھی وابستہ ہے۔ اس لئے اس کا تعلق لازماً باطن سے بھی ہے۔ اور اس کی روحانی اہمیت اتنی ہی مسلّم ہے جتنی کہ اس کی جسمانی اہمیت ہے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں ''السِّواک'' کے دو فضائل ہیں:

1۔ مطُھَرۃٌ لِلفَم یعنی منہ کی صفائی۔

2۔ مَرضاۃٌ لِلرّب یعنی رب کی خوشنودی۔

''السِّواک'' جو کہ ایک عربی اصطلاح ہے، سے مرادِ عملِ مسواک بھی ہے اور آلۂ مسواک بھی۔ مسواک بنیادی طور پر ایک ریشہ دار آلہ ہے جو کسی درخت کی شاخ یا جڑ سے حاصل کیا جاتا ہے اور جس کے ذریعہ منہ اور دانتوں کی صفائی کی جاتی ہے۔ دورِ حاضر کی ایجادات کے حوالہ سے دیکھا جائے تو Toothbrush بھی ایک قسم کی مسواک ہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ میاں کی بنائی ہوئی مسواک بہرحال بہتر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ السّواک یا مسواک یا Toothbrush کے ذریعہ کس طرح مِطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ یعنی منہ کی صفائی اور مَرْضَاۃٌ لِلْرَّبِّ یعنی خدا کی خوشنودی کے انعام حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اب آیئے ان دونوں کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیتے ہیں۔

(1) مطھرۃٌ لِلفَم

منہ کی جامع صفائی کے چند منٹ بعد ہی دانتوں کی سطح پر ایک باریک سی جھلی قائم ہو جاتی ہے جو منہ کے لعاب میں پائی جانے والے لحمیات سے بنتی ہے۔ اس جھلی کو Acquired Pellicle کہتے ہیں۔ یہ جھلی اگرچہ بذاتِ خود بے ضرر ہوتی ہے لیکن یہ ایک اور بہت ہی مضر جھلی کا پیش خیمہ ہوتی ہے جسے Plaque کہتے ہیں۔ سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ منہ کو صاف کرنے کے صرف ایک گھنٹہ بعد دانتوں کی سطح پر فی مربع ملی میٹر اندازاً دس لاکھ جراثیم ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ان جراثیم کی خاندانی منصوبہ بندی تو فی الحال ممکن نہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ دانتوں کی سطح پر اُس Plaque کو جمنے ہی نہ دیا جائے جو اِن جراثیم کے قیام وطعام کا ضامن ہے۔

اگر دو دن تک اِس Plaque کو مسواک یا برش کے ذریعہ دور نہ کیا جائے تو یہ اتنی موٹی تہہ میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے پھر عام کلی سے دور نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر یہ Plaque دو دن تک قائم رہے۔ تو اس میں ایک خاص قسم کے جراثیم پنپنے لگتے ہیں جن کا نام Streptococcus Mutans ہے۔ دانت میں کیڑے کے ذمہ دار یہی جراثیم ہوتے ہیں۔

''دانت کا کیڑا'' ایک ایسی اصطلاح ہے جو عام فہم ہوگئی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے غلط العام بھی ہے اور غلط الفہم بھی۔ ظاہر ہے کہ دیمک یا ٹڈی کی قسم کی کوئی مخلوق دانتوں میں آباد نہیں ہوتی۔ ہوتا دراصل یہ ہے کہ Streptococcus نسل کے جراثیم Acid یعنی تیزاب پیدا کرتے ہیں۔ اس تیزاب کے اثر کے تحت دانت کیلشیم (Calcium) اور فاسفیٹ (Phosphate) کے ذخائر کھونے لگتا ہے۔ گویا دانت گھلنے لگتا ہے۔ اس تحلیل کے عمل کو Caries کہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جو دانت کی سطح پر بدنما سوارخ نمودار ہوتا ہے وہ Cavity کہلاتا ہے۔

اگر بہت استقامت کے ساتھ دانتوں کی صفائی سے پرہیز کیا جائے تو قریباً ایک ہفتہ کے عرصہ میں جراثیم کا ایک اور قبیلہ منہ میں ظاہر ہو جاتا ہے جو Anaerobes کہلاتے ہیں۔ یہ جراثیم مسوڑھوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور مسوڑھوں کی سوزش جسے Gingivitis کہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ اس مرض کا علاج اگر وقت پر نہ ہو تو یہ بڑھ کر دانتوں کی جڑوں تک جا پہنچتا ہے اور ایک نئے مرض کی بنیاد پڑتی ہے جسے Periodontitis کہتے ہیں۔ بیماریوں کے یہ نام جس قدر زبان پر بھاری ہیں' اُس سے کہیں زیادہ بھاری وہ علامات ہیں جو اِن بیماریوں کے ہمراہ آتی ہیں۔ اور قصور ہمارا ہی ہوتا ہے۔

منہ اور دانتوں کی صفائی میں جو قصور ہم سے واقع ہوتا ہے وہ دو طرح کا ہے:

(1) کم بار صفائی کرنا۔

(2) غلط طریق پر صفائی کرنا۔

صفائی کتنی بار کی جائے؟

گویا پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دن میں کتنی بار صفائی کرنی چاہئے؟ عام طور پر ڈینٹل سرجن اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ صبح ناشتہ کے بعد اور رات سونے سے قبل۔ ڈاکٹر یہ نسخہ اس لئے تجویز نہیں کرتے کہ اُن کے نزدیک یہ آئیڈیل نسخہ ہوتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے تجربہ سے سیکھ چکے ہوتے ہیں کہ یہ سب سے قابلِ عمل نسخہ ہے اور یہ کہ ایک اوسط درجہ کا مریض اس سے زیادہ زحمت گوارا نہیں کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس انسانی غفلت سے خوب آگاہ تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَ مَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب سواک الرطب) یعنی اگر یہ میری امت کے لئے گراں بار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔ یہ حدیث حسنِ نصیحت اور چشم پوشی کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ اپنی منشاء بھی ظاہر فرما دی اور اپنی امت کی غفلت کو مشقت کا نام دے کر ان کی شرم بھی رکھ لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مستعدی کے بارہ میں یوں گواہی دیتی ہیں: کَانَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَہٗ بَدَءَ بِالسِّوَاکِ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک) یعنی جب بھی آپؐ باہر سے آکر گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ حضورؐ کا یہ عمل جہاں حضورؐ کی نفاستِ طبع کا عکاس ہے وہاں منہ اور دانتوں کی صفائی کی طرف حضورؐ کی خاص توجہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ملتا ہے کہ دودھ پینے کے بعد منہ صاف کر لیا جائے کیونکہ دودھ میں چکنائی ہوتی ہے۔ اب اگر ہماری روزمرّہ کی غذا کا تجزیہ کیا جائے تو دودھ کی چکنائی سے کہیں زیادہ چکنائی تیل اور گھی کی صورت میں ہم ہر کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کھانے کے بعد دانت صاف کرنا اکثر چھوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کو مَعَ کُلِّ وُضُوْءٍ یعنی نماز سے قبل مسواک یا برش کی توفیق ملتی ہے تو زہے نصیب ورنہ کم از کم یہ تو ضرور کرے کہ ہر کھانے کے بعد دانت صاف کر لے۔ بنیادی کلیہ یہ ہے کہ دانتوں پر پلیک (Plaque) کو جمنے کے لئے مہلت نہ دی جائے۔ پلیک ہوگا تو جراثیم کی افزائش ہوگی۔ جراثیم کی افزائش ہوگی تو مرض ہوں گے۔

صفائی کا درست طریق کیا ہے؟

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ دانتوں کی صفائی کا درست طریق کیا ہے؟ اس کا اصولی جواب تو یہی ہے کہ صفائی اس طرح کی جائے کہ ہر دانت کی ہر سطح صاف ہو جائے۔ اور کوئی سطح صاف ہونے سے رہ نہ جائے۔

انسان کے منہ کا ایک طُول ہے اور ایک عرض ہے۔ منہ کا طُول ہونٹوں کی باچھوں کا درمیانی فاصلہ ہے۔ منہ کا عرض دونوں لبوں کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: اِذَااسْتَکْتُم فَاسْتَاکُوْا عَرْضًا (کنز العمال) یعنی جب تم مسواک کرو تو منہ کے عرض کی جہت میں کرو۔ یعنی نیچے سے اوپر کی طرف اور اوپر سے نیچے کی جانب۔ اب ملاحظہ کیجئے کہ ہر دو دانتوں کے درمیان جو دانتوں کی سطحیں ہوتی ہیں وہ اکثر صاف ہونے سے رہ جاتی ہیں۔ خوراک کے پھنسے ہوئے ذرات کے سبب ان سطحوں پر اکثر Plaque جم جاتا ہے۔ منہ کے طُول کے رُخ یعنی دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں دانت صاف کرنے سے یہ سطحیں جو کہ Proximal Surfaces کہلاتی ہیں' صفائی سے بالکل محروم رہ جاتی ہیں۔ تاہم اگر نچلے دانت نیچے سے اوپر اور اوپر والے دانت اوپر سے نیچے کی جانب یعنی عرضاً صاف کئے جائیں تو یہ Proximal Surfaces بھی صاف ہو جاتی ہے۔ چودہ صدیاں قبل کے اس ارشادِ نبویؐ فَاسْتَاکُوْا عَرْضًا کی صداقت کو صحیح طور پر آج سمجھا گیا ہے۔ آج کے ڈاکٹروں نے جس سائنسی حقیقت کو صدیوں کی تحقیق اور جستجو سے جانا ہے، اس کا انکشاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو سال قبل ہوا تھا۔ پس سائنس خواہ کتنی ہی جدید کیوں نہ ہو' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی علم کے مقابل پر ہمیشہ قدیم ثابت ہوتی ہے۔

صفائی کے درست طریق کے بارہ میں جو دوسرا اصول ہمیں سنتِ رسولؐ سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ مسواک کرتے ہوئے صرف دانتوں کی صفائی پر توجہ نہ رکھتے بلکہ بالعموم منہ کی مکمل صفائی فرماتے۔ یعنی دائرہ کی صورت میں مسواک کو منہ میں اس طرح گھماتے کہ ہونٹوں کے پیچھے اور گالوں کے اندر والی جگہ بھی صاف ہو جاتی۔ چنانچہ راوی بیان کرتا ہے: اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَشُوْصُ فَاہُ بِالسِّوَاکِ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب السواک) یعنی جب آپؐ رات کو بیدار ہوتے تو منہ میں مسواک کو گھمانے کے انداز

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

میں پھیرتے۔ ہم میں سے جو لوگ برش کا استعمال کرتے ہیں، ان کو اس حدیث کی رُو سے برش کے ذریعہ دانتوں کے علاوہ منہ کے Soft Tissues کو بھی صاف کرنا چاہئے یعنی مسوڑھوں، زبان اور ہونٹوں اور گالوں کے اندرونی حصوں کو۔ اس کے دو فوائد ہیں۔ پہلا یہ کہ منہ کی عمومی صفائی بھی ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ Soft Tissues کا دورانِ خون بھی بہتر ہوجاتا ہے۔

اب آیئے یہ جائزہ لیں کہ مسواک یا Tooth brushing کس طرح مَرْضَاۃٌ لِلْرَّبِّ یعنی خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(2) مرضاۃ لِلرَّبّ

اس ضمن میں جس بنیادی بات کا سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صفائی کو پسند فرماتا ہے اور صفائی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (توبہ: 108) کہ اللہ صاف لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ﴿يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (بقرہ: 223) یعنی اللہ تعالیٰ صفائی پسندوں کو پسند فرماتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے مزاج کا تعارف ہم سے کرادیا ہے۔ اب یہ جان لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کو صفائی اور صفائی اختیار کرنے والوں سے پیار ہے۔ یہ مان لینے میں کوئی حرج نہیں کہ منہ اور دانتوں کی صفائی کرنے والے بھی اپنی اپنی سعی کی نسبت سے ضرور اللہ تعالیٰ کے پیار سے حصہ پاتے ہیں۔

انسان کا آلۂ کلام بھی اس کا منہ ہی ہے۔ الفاظ اور کلمات ادا کرنے کے لئے انسان زبان، ہونٹ، دانت وغیرہ غرضیکہ اپنے منہ ہی کا استعمال کرتا ہے۔ انسان کے منہ کے رستہ طیّب سے طیب کلمات بھی جاری ہوتے ہیں اور بدنصیبی سے بدزبانی بھی اسی رستہ سے ہوتی ہے۔ خوش نصیبی تو بہرحال پاکیزہ کلام ہی میں ہے۔ جو پاک ترین کلام انسان کے منہ سے ادا ہو سکتا ہے وہ کلام اللہ ہے۔ اور کلام اللہ کے ادب کے بعض تقاضے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کلام نازل ہوا اور جو سب سے بڑھ کر اس کے ادب سے واقف تھے فرماتے ہیں: اَفْوَاهُكُمْ طُرُقٌ لِلْقُرْآنِ فَطَيِّبُوْهَا بِالسِّوَاكِ (سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب السواک 287) یعنی تمہارے منہ تلاوت قرآن کے لئے گویا رستے ہیں۔ پس تم اپنے مونہوں کو مسواک کے ذریعہ طیّب رکھا کرو۔ اس حدیث مبارکہ میں منہ اور دانتوں کی صفائی کے حق میں ایک ایسی دلیل بھی دی گئی ہے جس کا تعلق جسم سے بڑھ کر روح سے ہے۔ جس کا تعلق صحتِ دنداں سے بڑھ کر آدابِ قرآن سے ہے۔ یعنی قرآن کے ادب کا حق ادا کرنے کے لئے منہ صاف رکھو۔ اور یہ حق ادا ہوگا تو وہ کہ جس کا یہ کلام ہے تم سے راضی ہوگا۔ اس حوالہ سے مدلل طور پر Oral Hygeine یعنی منہ کی صفائی کو اللہ کی رضا کے ساتھ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھ دیا ہے۔

دانتوں کی صفائی کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: اَلسِّوَاكُ نِصْفُ الْوُضُوْءِ وَالْوُضُوْءِ نِصْفُ الْإِيْمَانِ (کنز العمال)۔ یعنی دانتوں کی صفائی آدھا وضو ہے اور وضو آدھا ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ریاضی کا سوال نہیں۔ مراد صرف اتنی ہے کہ ایمان کے نصف تقاضے نماز سے وابستہ ہیں جس کے آغاز پر وضو ہے اور وضو کے مقاصد کا نصف حصہ گویا دانتوں کی صفائی سے وابستہ ہے۔ اور ہر وہ بات جس سے ایمان کے تقاضے پورے ہوتے ہوں یا جس سے ایمان کو تقویت ملتی ہو لازماً خدا کی رضا کا موجب ہوگی۔ اس حدیث کے مطالعہ سے بھی ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ منہ کی صفائی رضائے الٰہی کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رَكْعَتَانِ بِالسِّوَاكِ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِغَيْرِ السِّوَاكِ (الکافی)۔ یعنی ”نماز کی دو رکعتیں جو دانت صاف کر کے ادا جائیں ایسی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں جو دانت صاف کئے بغیر ادا ہوں“۔ یہاں بھی ترغیب اسی طرف دلائی گئی ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ اپنے رب کی صفائی پسندی کا لحاظ رکھے اور اس کی درگاہ میں حاضر ہوتے ہوئے پاکیزہ دہن ہوکر حاضر ہو۔

منہ اور دانتوں کی صفائی کو مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ اور مَرْضَاةٌ لِلْرَّبِّ قرار دے کر رسول اللہ ﷺ نے انسانی نظافت کے اس شعبہ کو ایک عظیم رفعت بخشی ہے۔ اس شعبہ پر متعدد ڈاکٹروں اور سائنس دانوں نے متعدد کتب تحریر کی ہیں۔ مضامین لکھے اور مقالے پڑھے گئے ہیں۔ ان سب کو یکجا بھی کر دیا جائے تو اس شعبہ کی وہ وجاہت قائم نہیں ہوسکتی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی وجہ سے اسے حاصل ہے۔ دنیا کے تمام ڈینٹل سرجن مل کر بھی اس شعبہ اور اس مضمون کو وہ مقام نہیں دلا سکتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کی وجہ سے اسے دائماً حاصل ہو گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

❋❋❋❋

تعارف کتب

(آصف محمود باسط)

نام کتاب: حاصل شام وسحر۔
تالیف وتصنیف: پروفیسر محمد نصر اللہ راجا۔
تعداد صفحات: ۵۰۱۔ سائز: A5

محترم پروفیسر راجہ نصر اللہ صاحب تدریس کے شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تدریس ایک پیشہ ہی نہیں ایک جذبہ بھی ہے اور یہ جذبہ راجا صاحب کی تحریر میں واضح نظر آتا ہے۔ ایک سچا، اچھا استاد چاہتا ہے کہ اپنے شاگرد کو جتنا کچھ بتا سکتا ہوں بتا دوں۔ راجہ صاحب لکھتے وقت اپنے قاری کے لئے ایسی ہی تمنا رکھتے ہیں۔ پھر ایک اچھا استاد یہ بھی جانتا ہے کہ میرے سامنے بیٹھے تمام طلبہ مختلف مزاج اور مختلف طبائع رکھتے ہیں اس لئے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سب کی توجہ کو برقرار رکھنے کے لئے سب کے ذوق کی کسی حد تک تسکین کا سامان ہو۔

زیرنظر کتاب مختلف مزاج اور مختلف طبائع رکھنے والے قارئین کے ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کرنے کی ایک اچھی کوشش ہے۔ یہ راجہ صاحب کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ راجہ صاحب ان بلند حوصلہ قلمکاروں کے قبیلے سے ہیں جو اس بات سے بے نیاز لکھتے چلے جاتے ہیں کہ یہ تحریر کسی مجلّے، رسالے یا اخبار میں شائع بھی ہوگی یا نہیں۔ شائع ہوگئی تو اچھی بات ورنہ زیرتصنیف یا زیرترتیب کتاب کا مواد ہاتھ آ گیا۔

راجہ صاحب کا جو مجموعۂ مضامین اس سے قبل شائع ہوا تھا اس کا نام تھا ”جو دل پہ گزرتی ہے......“ غالباً فیضؔ کے اس مصرع کی طرف اشارہ بھی تھا جس میں فیضؔ نے یہ مصمم ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ’جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے‘۔ فیضؔ کے اس وعدے اور ارادے کو راجہ صاحب نے خوب نبھایا۔ جو راجہ صاحب کے دل میں آیا راجہ صاحب نے حسب وعدہ اسے رقم کر ڈالا۔ زیرنظر مجموعہ میں ذکر الٰہی پر مضمون شامل ہے تو ویڈیو فلمز اور نوجوانوں کی مصروفیات پر بھی مضامین تحریر کئے گئے ہیں۔ حکیم مومن خان مومنؔ اور مشؔ جیسے شعراء وادباء کی شخصیت اور فن پر روشنی ڈالی ہے تو امتحان میں اعلیٰ کامیابی کے گر بھی پانی کر دئے ہیں۔ کہیں یہ درخواست کی گئی ہے کہ ”خدارا فکر کیجئے“ اور کہیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ ”روایات کی حفاظت کریں“۔

موضوعات کا ایسا تنوع ایک ایسے لکھاری کے یہاں ہی ملے گا جو تدریس کے پیشے سے وابستہ ہو نہ ہو مگر تدریس کے جذبے سے سرشار ہو۔ پھر یہ کتاب اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ راجا صاحب کتب مرتب کرنے کے فن میں بھی تاک ہیں۔ تمام مضامین کو موضوعات کے اعتبار سے سات بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ اپنے مضامین کا عمومی موضوع ہے۔

اس کتاب میں شامل تحریروں میں راجہ صاحب کا بنیادی اسلوب انشائیے کا اسلوب ہے اور چونکہ کالم بھی اب گویا ایک الگ صنف بن چکا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بیشتر مضامین کالم کا رنگ بھی لئے ہوئے ہیں۔ سفرنامے کے نام سے ذہن میں ضخیم سی کتاب آتی ہے مگر راجا صاحب نے مضمون ہی کے میدان میں سفرنامہ نگاری کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔

اس کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ محض ذہنی عیاشی کا سامان نہیں بلکہ قاری کو ہلکے پھلکے انداز میں بیش قیمت معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ دریا کو کوزے میں بند ہوتے آپ نے اور کہیں نہیں تو محاورے میں تو دیکھا ہوگا۔ دریاؤں کو ایک کوزے میں بند کرنے کی کوشش ’حاصل شام وسحر‘ میں ملاحظہ ہوسکتی ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن جلد شائع ہو اور ساتھ ہی یہ امید ہے کہ پروفیسر صاحب آئندہ ایڈیشن میں اس کا سن اشاعت تو درج کریں گے ہی ساتھ کہیں زیرنظر طبع اول کے سن اشاعت کا ذکر بھی کر دیں گے۔

ضمیمہ کے طور پر کتاب میں شامل خصوصی ضمیمے کا ذکر بھی ضروری ہے۔ راجہ صاحب کی کتاب تیاری کے مراحل سے گزر چکی تھی۔ بس زیور طبع سے آراستہ ہونا باقی تھا کہ ثاقب زیرویؔ انتقال کر گئے۔ راجہ صاحب نے اس محسن، مشفق، مہربان اور بلند پایہ علمی و ادبی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کتاب کے آخر پر ان کے نام سے ایک خصوصی ضمیمہ شامل کر دیا۔ یہ مضمون ثاقب صاحب کی شخصیت کا مختصر مگر جامع تعارف ہے۔

❋❋❋❋❋

Font

BELA BOUTIQUE

ہرموسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کاخلاصہ پیش کیاجاتاہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یاذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

محترم میاں اقبال احمد صاحب شہید

محترم میاں اقبال احمد صاحب شہید سابق امیر ضلع راجن پور کی خودنوشت سوانح ۱۳؍جون ۲۰۰۳ء کے الفضل انٹرنیشنل کے اسی کالم میں پیش کی جاچکی ہے۔ آپ کے والدین شیعہ تھے اور والد تو خود بھی اعلیٰ پائے کے ذاکر تھے۔ ربوہ میں حصول تعلیم کی غرض سے بھیجے گئے لیکن قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی اور پھر اخلاص میں ترقی ہی کرتے چلے گئے۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶؍اگست ۲۰۰۳ء میں مکرم میاں اقبال احمد صاحب شہید سابق امیر ضلع راجن پور کاذکر خیر کرتے ہوئے مکرم چودھری مسعود احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع لیہ لکھتے ہیں کہ شہید مرحوم خود بھی اسیر رہے اور جماعتی اسیران کے مقدمات کی پیروی کی بھی توفیق پائی۔ آپ دراز قد، سڈول، مضبوط جسم رکھتے تھے۔ اظہار بیان سے جماعت کے ساتھ حد درجہ اخلاص کا مظاہرہ ہوتا۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ مکرم میاں صاحب اسیران راہ مولیٰ کے ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے مرکز کے حکم پر راجن پور سے پہلے ڈیرہ غازیخان اور پھر اڑہائی سو کلومیٹر دُور لیہ کی عدالت میں عام ٹرانسپورٹ کے ذریعہ باقاعدگی سے بروقت آتے رہے اور کبھی اشارۃً بھی اپنی تکلیف کاذکر نہیں کیا۔ کبھی مخالفت میں جج یا وکیل تین چار دن بعد کی تاریخ مقرر کروادیتے لیکن میاں صاحب ہمیشہ خود سے یہی کہتے کہ میاں اقبال اپنے آپ کو وقف کرچکا ہے، روزانہ بھی آنا پڑے تو تیار ہے۔

مکرم میاں صاحب مقدمہ کی تیاری کے سلسلہ میں نہایت جانفشانی سے کام لیتے، دلائل راجن پور سے تیار کر کے لاتے اور مجھے دے کر کہتے کہ رات کو ضرور پڑھیں۔ یہ بحث اتنی طویل ہوتی کہ مَیں کوشش کرکے بھی رات ایک بجے تک فائل کا مکمل مطالعہ نہ کرپاتا۔

آپ ہمیں اپنی اسیری کے واقعات بھی اکثر سنایا کرتے۔ ایک بار ایک مقدمہ کا فیصلہ ماتحت عدالت اور سیشن جج نے آپ کے خلاف دیدیا تو ہائی کورٹ میں اپیل ہوئی۔ اتفاق سے اپیل ایسے جسٹس کے سامنے پیش ہوئی جو آپ کے شاگرد رہ چکے تھے۔ انہوں نے جب فائل دیکھی تو مذہبی دفعات دیکھ کر اپیل کی سماعت سے معذرت کرلی۔

آپ جماعتی وقار اور عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار ایک اسیر کو جب عدالت میں لایا گیا تو انہوں نے رنگدار میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سر جھکایا ہوا تھا۔ اس پر آپ نے اُنہیں پیغام بھیجا کہ آئندہ سفید کپڑے پہن کر اور سینہ تان کر عدالت میں آئیں تاکہ دشمن ہمیں کمزور نہ سمجھے۔

آپ اطاعت نظام کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ جب بھی تحریری بحث تیار کرتے ایک نقل مرکز میں روانہ کرتے اور وہاں سے رائے آنے پر متعلقہ بحث کرتے۔

غانا میں خدمت خلق

مکرم ایم اے لطیف شاہد صاحب سابق ہیڈماسٹر احمدیہ سکول آسکورے (غانا) نے روزنامہ "الفضل" ربوہ ۸؍اگست ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت اپنے مضمون میں جماعت احمدیہ کی غانا میں خدمت خلق کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

غانا کا دارالحکومت اکرا ہے جو بحراوقیانوس کے ساحل پر واقع ہے۔ دوسرا بڑا شہر کماسی ہے۔ دونوں شہروں کے درمیان نیشنل ہائی وے ہے اور فاصلہ قریباً ۱۶۰؍میل ہے۔ خط استوا پر ہونے کی وجہ سے غانا میں دن رات برابر رہتے ہیں۔ فجر کی نماز سارا سال صبح سوا پانچ بجے ہوتی ہے۔ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد گہرا اندھیرا چھا جاتا ہے اور صبح بھی سورج نکلنے سے پہلے گہرا اندھیرا اور بعد میں فوراً روشنی ہوجاتی ہے۔ کماسی کے اردگرد بھی جماعت کے دو ہسپتال اور تین سیکنڈری سکول ہیں۔ پاکستانی سفارتخانہ اکرا میں ہے جہاں ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۳ء تک محترمہ مس سلمہ شوکت جان صاحبہ بطور سفیر متعین رہیں۔

۸۲-۱۹۸۱ء میں غانا کی معاشی حالت بہت خراب تھی اور ضروریات زندگی خصوصاً ادویات کی شدید کمی تھی۔ ۱۹۸۲ء میں غانا کی مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے کماسی میں ایک کنونشن بلایا جس میں سارے مسلم ملکوں کے سفیروں کو مدعو کیا۔ غانا کے وزیر تعلیم نے بھی بطور مہمان خصوصی اس میں شمولیت کی حامی بھری۔ ایسوسی ایشن کے عہدیداروں نے بطور خاص خیال رکھا کہ کسی احمدی کو کنونشن میں شامل نہ کیا جائے۔ کنونشن سے ایک روز قبل پاکستانی سفیر اکرا سے کماسی کے لئے روانہ ہوئیں۔ کماسی سے کچھ فاصلہ پر سورج غروب ہوکر اندھیرا ہوچکا تھا۔ ان کا ڈرائیور کماسی سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ایک تنگ اور خطرناک پُل کو نہ دیکھ سکا اور کار کو خوفناک حادثہ پیش آگیا جس کے نتیجہ میں اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے فرسٹ سیکرٹری کے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور پیچھے بیٹھی ہوئیں سفیر صاحبہ کا بازو بھی فریکچر ہوگیا۔ کنونشن کے منتظمین نے زخمیوں کو فوراً ایک ہسپتال میں منتقل کیا لیکن وہاں ادویات نایاب تھیں۔ آخر انہوں نے کماسی کے احمدی مبلغ مکرم حمید احمد ظفر صاحب سے رابطہ کیا جنہوں نے فوری طور پر احمدی ڈاکٹروں کو مطلع کیا اور ہم سب کا ایک وفد اگلے ہی روز سفیر صاحبہ کے پاس ہسپتال پہنچ گیا۔ وہ بہت حیران ہوئیں کیونکہ پاکستانی سفارتخانہ نے اُن کو بتایا ہوا تھا کہ کماسی میں صرف ایک پاکستانی ہے جو چمڑے کی فیکٹری میں کام کرتا ہے۔ پاکستان ڈاکٹروں اور اساتذہ کی یہاں موجودگی کے بارہ میں انہیں کوئی علم نہ تھا۔ بہرحال مکرم عبدالوہاب آدم صاحب امیر جماعت غانا کی کوشش سے سفیر صاحب کو ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اکرا بھجوادیا گیا جبکہ سیکرٹری صاحب کا علاج کماسی کے ہسپتال میں ہوتا رہا۔ اُن کی اہلیہ بھی کماسی تشریف لے آئیں اور ادویات اور طعام کا انتظام احمدی ہی کرتے رہے۔

محترمہ مس سلمہ شوکت جان صاحبہ علاج کے لئے پاکستان چلی گئیں۔ جب وہ واپس غانا آئیں تو جلد ہی انہوں نے اسکورے میں احمدیہ ہسپتال اور سکول کا دورہ کیا۔ وہ بہت خوش تھیں اور ان کا ارادہ تھا کہ سارے احمدیہ ہسپتالوں اور سکولوں کو خود جاکر دیکھیں گی۔ انہوں نے ہمیں اکرا بھی مدعو کیا اور کھیلوں کا بہت سا سامان بھی سکول کو تحفۃً دیا۔ وہ بہت شکوہ کرتی رہیں کہ سفارتخانہ کے سٹاف نے اُن کو اندھیرے میں رکھا۔ بعد میں جماعت سے تعلق کی بناء پر اُن کو جلد ہی پاکستان بلالیا گیا۔ چند سال بعد اُن کی وفات ہوگئی۔

دوسری طرف کنونشن میں اگرچہ کسی احمدی کو مدعو نہیں کیا گیا تھا لیکن اس پروگرام میں صرف دو تین ملکوں کے سفیر شامل ہوئے۔ غانا کے وزیر تعلیم نے اپنی مصروفیت کی وجہ سے اشانٹی ریجن کے ڈائریکٹر ایجوکیشن مکرم عبداللہ ناصر بوٹنگ صاحب کو اپنا نمائندہ بناکر بھیج دیا جو خدا کے فضل سے احمدی تھے اور احمدیہ سکول کماسی کے ہیڈماسٹر بھی رہ چکے تھے۔ چنانچہ کماسی کے بہت سے احمدی احباب اس کنونشن میں شامل ہوئے اور مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی درخواست پر مالی قربانی بھی احمدیوں نے ہی پیش کی۔

سہ ماہی "ھوالشافی" جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کے شعبہ ہومیوپیتھی نے ۲۰۰۳ء کا آغاز ایک سہ ماہی رسالہ کے اجراء کے ساتھ کیا جو باقاعدگی سے اس کے بعد شائع ہورہا ہے۔ A5 سائز کے قریباً ۲۴ صفحات پر شائع ہونے والے اس مختصر سے رسالہ میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ طب سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے سلسلہ عالیہ اور دیگر بزرگان کے ارشادات کے علاوہ مختلف بیماریوں اور روزمرہ صحت کے مسائل کے طبی اور ہومیوپیتھی علاج کے سلسلہ میں متفرق مشورے، مجرب نسخے، حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کے قیمتی نسخہ جات اور جدید طبی تحقیق کے نتائج پر مشتمل مختصر رپورٹس اور بعض غذاؤں کے اثرات کا بیان ان شماروں کی زینت ہے۔ ہومیوپیتھی سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ یقیناً بہت مفید ہے کیونکہ مختلف نسخہ جات کے استعمال کے حوالہ سے بھی کئی واقعات شامل اشاعت کئے جاتے ہیں اور بہت سے افراد اپنے ذاتی تجربات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

اگرچہ اس رسالہ کا اجراء ایک چھوٹا سا آغاز ہے لیکن اس میدان میں احمدیوں کے تجربات اور باثمر کاوشوں کو محفوظ رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے یہ رسالہ نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے۔ ہومیوپیتھی کی کلاسوں کے دوران سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے جن مختلف امور کی تحقیق کے لئے ارشادات فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں ایسی تحقیق میں مصروف احمدیوں کی کوششوں سے دوسروں کو بھی روشناس کروایا جائے۔ نیز یورپ کے علاوہ افریقہ اور ایشیا کے اور دنیا کے دیگر ممالک کے احمدی ہومیوپیتھ بھی اس رسالہ کو تحقیقی فورم کے طور پر استعمال کرسکیں تو یہ نہ صرف ہومیوپیتھی کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی بلکہ دنیا بھر کے احمدی ہومیوپیتھ کے درمیان رابطہ کا ایک بہت بڑا ذریعہ بھی یہ رسالہ بن جائے گا۔

سادہ مگر دیدہ زیب گیٹ اَپ اور عمدہ پرنٹنگ کے حامل اس رسالہ میں جرمنی کی ہومیوپیتھی ٹیم کے اسماء اور اُن سے رابطہ کے لئے فون نمبر بھی دیئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی اشاعت پر مکرم رانا سعید احمد صاحب انچارج ہومیوپیتھی جرمنی اور اُن کی ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۹؍جولائی ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم اعظم نوید صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

علم و ہنر کا آپ تھے اک بحر بے کنار
ہر آگہی کا نُور دکھا کر چلے گئے
شیریں کلام سے کیا دنیا کا دل اسیر
عشق و وفا کی بزم سجا کر چلے گئے

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۴؍جون ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم احمد مبارک صاحب کی ایک نظم "صبح یقین" سے انتخاب پیش ہے:

غم اجل سے جو رنجور ہونے والا تھا
ذرا سی دیر میں مسرور ہونے والا تھا
تمام خلق خدا دَم بخود کھڑی تھی وہاں
کوئی تو تھا کہ جو مامور ہونے والا تھا
جو بار بار لگاتار ہوتا آیا ہے
پھر ایک بار وہ بھرپور ہونے والا تھا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 Friday, December 19, 2003 Issue No. 51

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

اگر مسیح ناصریؑ امریکہ تشریف لے جائیں؟

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے انگریزی میں ایک تبلیغی رسالہ Muslim Sun Rise کے نام سے نکالا تھا۔ اس کے اپریل ۱۹۲۲ء کے پرہ میں آپ نے مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا اور جون ۱۹۲۲ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں اس کا اردو ترجمہ چھپا تھا۔ مضمون چونکہ نہایت دلچسپ اور مزیدار ہے اس لئے ہم اسے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ قارئین پڑھیں اورلطف اٹھائیں۔ دراصل یہ مضمون نتیجہ ہے ان مشکلات اور تکالیف کا جن سے حضرت مفتی صاحبؓ کو امریکہ میں داخلہ کے وقت دوچار ہونا پڑا۔

''اگر جناب مسیح علیہ السلام جن کا وجود خاکی سرینگر (کشمیر) ہندوستان میں آسودہ اوران کی مقدس روح بہشت میں دیگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبات کے ساتھ مقیم ہے ان دنوں زندہ ہوتے اوران کو امریکہ کی سیر کا خیال آتا تو آپ سے امریکہ کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ (Immigration Dept.) کے ارکان (باوجود فدا کاران مسیح ہونے کے) کس طرح سلوک کرتے اس کا ایک دلچسپ نقشہ ہم یہاں کھینچتے ہیں۔ اور اس میں تمام سوال وجواب درج کرتے ہیں جو حضرت مسیح پر بھی منجملہ دیگر سمندری مسافروں کے کئے جاتے۔

افسر: براہ کرم اپنے ہاتھ بلند کر کے حلف اٹھایئے کہ آپ سچ بولیں گے۔

حضرت مسیح: قسم اٹھانا میرے عقیدے کے خلاف ہے اس لئے مَیں قسم نہیں کھاؤں گا۔

افسر: آپ کا نام؟

حضرت مسیح: یسوع۔

افسر: آپ کا پہلا نام؟

حضرت مسیح: یہی میرا پہلا نام ہے۔

افسر: آپ کا دوسرا نام؟

حضرت مسیح: میرا کوئی دوسرا نام نہیں۔ میرا تو صرف یہی ایک نام ہے۔

افسر: (حیران ہوکر) آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ اچھا بتایئے کہ آپ کے والد کا نا کیا ہے؟

حضرت مسیح: میرا کوئی باپ نہیں۔

افسر: (اور زیادہ متعجب ہوکر) ہیں! آپ کا کوئی باپ نہیں؟ پھر آپ پیدا کس طرح ہوگئے؟

حضرت مسیح: معجزانہ طور پر۔ جو کچھ آپ کے لئے عجوبہ ہے وہ خدا کے نزدیک آسان ہے۔ اگر نہیں تو کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ حضرت آدم بغیر ماں باپ کے کس طرح پیدا ہوگئے؟

افسر: مجھے معلوم نہیں۔ خیر چھوڑیئے اس کو۔ یہ بتایئے کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟

حضرت مسیح: ہندوستان سے۔

افسر: ہندوستان کے کس شہر سے؟

حضرت مسیح: سرنگر کشمیر سے۔

افسر: آپ کے پاس زر نقد کس قدر ہے؟

حضرت مسیح: میرے پاس کوئی روپیہ نہیں۔

افسر: پھر آپ روپے کے بغیر یہاں کیسے گزارہ کریں گے؟

حضرت مسیح: مَیں کبھی اندیشۂ فردا نہیں کیا کرتا۔ اورکل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتا۔

افسر: عجیب معاملہ ہے۔ ہم لوگ جو اس ملک میں رہتے ہیں سو سال پہلے سے آئندہ کی فکر کرتے ہیں۔ اچھا اسے چھوڑیئے اور یہ بتلایئے کہ آپ کی قومیت کیا ہے؟

حضرت مسیح: مَیں یہودی قوم سے ہوں۔

افسر: کیا آپ موسیٰ کی شریعت کے اس حصہ کو مانتے ہیں جس میں کثرت ازواج کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت مسیح: یقیناً مانتا ہوں۔ جو شخص موسیٰ کی شریعت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کی بھی خلاف ورزی کرے گا اسے آسمانی بادشاہت میں حقیر سمجھا جائے گا۔

افسر: یہ آپ کے ہاتھ کیوں چھدے ہوئے ہیں؟

حضرت مسیح: میں ناانصافی اور ظلم سے صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔

افسر: آپ کا پیشہ کیا ہے؟

حضرت مسیح: مَیں خدا کے کلام کا منادی ہوں۔ اور وہی کہتا ہوں جو مجھے خدا سے حکم ملتا ہے۔

افسر: کیا آپ کے پاس اس قسم کی سندات ہیں جن سے ثابت ہو کہ آپ باقاعدہ واعظ ہیں؟

حضرت مسیح: نہیں۔ نہ مجھے کسی سند کی ضرورت ہے، نہ میرے پاس کوئی سند ہے۔

افسر: اگر کبھی ضرورت آپڑے تو کیا آپ ملک کی خاطر جنگ میں حصہ لیں گے؟

حضرت مسیح: مَیں جنگوں کے سخت خلاف ہوں۔ مَیں تو صرف محبت کا پجاری ہوں، میرا مذہب محبت ہے۔

افسر: کیا آپ شراب پینے کی اجازت دیں گے؟

حضرت مسیح: کیوں نہیں۔ اگر ضرورت پیش آجائے تو مَیں دعوتوں وغیرہ کے موقع پر شراب مہیا کر کے معجزہ بھی دکھا سکتا ہوں۔

فیصلہ

فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مسمی یسوع مسیح کو امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ:

اول: اس کے پاس روپیہ نہیں۔

دوم: یہ ایسے ملک سے آیا ہے جو مشتہرہ ممالک سے خارج ہے۔

سوم: اس کا لباس غیر مہذب ہے۔

چہارم: اس کے ہاتھوں میں سوراخ ہیں (جو اس کے پہلے سے سزایافتہ ہونے کا ثبوت ہو سکتے ہیں)

پنجم: اس کے پاؤں ننگے ہیں (امریکہ میں ننگے پاؤں پھرنا نہایت خلاف تہذیب اور گنوار پن کی حرکت سمجھی جاتی ہے)

ششم: یہ ملک کے لئے جنگ کرنے کے خلاف ہے۔

ہفتم: یہ حسب ضرورت شراب کشید کرنے کے حق میں ہے (اُس وقت شراب کے خلاف تحریک امریکہ میں زوروں پر تھی)

ہشتم: اس کے پاس کوئی سند یا سرٹیفکیٹ نہیں جس سے ثابت ہو کہ باضابطہ واعظ ہے۔

نہم: اس کا اعتقاد ہے کہ موسیٰ کی شریعت کا وہ حصہ واجب العمل ہے جس کثرت ازواج کی اجازت دی گئی ہے۔ (یورپ وامریکہ میں ایک وقت میں دو یا دو سے زیادہ بیویاں کرنا خلاف قانون ہے)

یہ شخص ہمارے فیصلہ کے خلاف واشنگٹن آفس میں اپیل کرسکتا ہے۔

حضرت مسیح: میں کوئی اپیل یا مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ اگرچہ میرے جیسے شخص کو اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہ دینا درست نہیں۔ تاہم بدی کا مقابلہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ اس لئے مَیں اپنے پاؤں کی گرد جھاڑتا ہوں اور اپنے دلکش دارالہجرت ہندوستان کو واپس جاتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحبؓ کا یہ مضمون نہایت مقبول ہوا اور بڑی دلچسپی سے پڑھا گیا۔ خود امریکہ کے اخباروں نے اسے نقل کیا۔ مراکش کے عربی اخباروں میں اس کا عربی ترجمہ چھپا۔ ٹرکی کے اخباروں میں ترکی میں ترجمہ ہوکر شائع ہوا۔

('لطائف صادق' صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۴۔ مرتبہ حضرت محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتیؓ مطبوعہ ۱۹۴۶ء مقام اشاعت قادیان دارالامان)

❁❁❁❁❁

نکات معرفت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁...... ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ﴾ کے یہ معنے کیا کرتا ہوں کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں کندن بنا دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور بیہودہ نہیں ہوتا بلکہ انسان ہی کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ہوتا ہے اس لئے اولاد اور مال بھی انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔ ان کی خبر گیری، احتیاط، سلوک وغیرہ سے اس کی اخلاقی قوتوں کا نشو و نما ہوتا ہے لیکن جس شخص کو ایسا موقع حاصل نہیں وہ ان اخلاق فاضلہ کو کیسے سیکھ سکتا ہے۔ (الحکم نمبر ۱۹ جلد ۷۔ ۲۴/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۵)

❁...... ایمان کے سوا نجات نہیں اور حبّ الٰہی کے سوا اس کی ترقی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قوتوں کے بڑھانے کے واسطے اسباب بنائے ہیں جن میں سے اول یہ ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، عظمت اور جبروت کا اظہار کیا ہے تا کہ اس سے ایمان بڑھے اور پھر انعامات جتاتا ہے تا کہ ان کے مطالعہ سے محبت ترقی کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم کامل اور قدرت کاملہ کے مطالعہ سے ایمان اور انعامات واحسانات کے مطالعہ سے الٰہی محبت ترقی کرتی ہے۔

(الحکم نمبر ۱۹ جلد ۷۔ ۱۷/ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۰)

(مرسلہ: حبیب الرحمن زیروی)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔